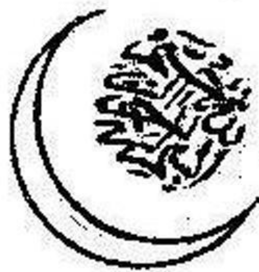
فصوص العرفان

واقفِ اسرار و حکمت، آگاہِ رموزِ حقیقت، رہبرِ راہِ طریقت

کنز العرفاں حضرت شاہ محمد کشفی بیابانی رفاعی القادری رحمت اللہ علیہ



پیش لفظ

خدا کا شکر ہے کہ چار ماہ کی مسلسل کوشش و عرق ریزی کے بعد "فصوص العرفان" کی اشاعت کا سامان کر رہا ہوں۔ حضرت قبلہ کا نعتیہ کلام اس سے قبل دو علحدہ مجموعوں میں مدتوں پہلے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اس اشاعت میں علاوہ ان دو مجموعوں کے تصوف سے پُر کچھ نیا کلام شریک کیا گیا ہے۔

اُردو شاعری کا دامن ابتدا ہی سے تصوف سے بندھا ہوا ہے۔ صوفیائے کرام نے اپنے صوفیانہ تصورات کی تبلیغ کے لئے اُردو شاعری کو ذریعۂ اظہار بنایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ادھر کچھ عرصہ سے سماج میں "تصوف بیزاری" اک فیشن ہو گئی ہے۔ اس کے اسباب جو کچھ بھی رہے ہوں، آج بھی اہلِ ایمان اور اربابِ فکرِ دین کے لئے اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ تصدیق بالقلب کی ضرورت و اہمیت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے حضرت قبلہ کی صوفیانہ تعلیمات کی روشنی میں ایک مختصر مقالہ علمِ تصوف پر سپردِ قلم کیا ہے۔ اس مختصر تحریر کی حیثیت مبادیاتِ تصوف کے تعارف سے زیادہ نہیں ہے۔ تاہم اس سے حضرت قبلہ کے کلام کو سمجھنے میں بڑی مدد مل سکیگی۔

▲

قدیم الایام سے کائنات، انسان کی خواہشات کا مرکز بن کر اس سے اپنی پرستش کا خراج وصول کرتی رہی۔ یہ انسان جو دنیا میں خدا کا نائب بلحاظ وجہ تزئین کائنات سمجھا گیا۔ کبھی اپنے نفس سے مغلوب ہو کر اور کبھی دکھ درد، رنج و الم سے بے بس و ہراساں ہو کر دنیا کی ہر ادنیٰ شئے کو اپنے خوف کے معیار کے مطابق اپنا نجات دہ سمجھنے لگا اور اپنی فکر و نظر کے مطابق الٰہی مظاہر کی صورت گری کر کے انہیں مختلف دیوتاؤں کے روپ میں مقصد برآری کا وسیلہ سمجھ کر عرصہ تک وہ انہی کو اپنا سب کچھ سمجھتا رہا۔

ایام ستہ کے لطیف اشارے سے اس حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے کہ تکوین کائنات ایک لاکھ آدم کو پیدا کر کے ابد اپنے تیسرے قرن[1] کی تکمیل کر کے تین شمسی دور پورے کر لیتی ہے لیکن ابھی اس نا تمام کائنات میں صدائے کن کی بازگشت ہے جو چوتھے قرن کے لئے آدم صفی اللہ کا انتخاب کر کے، "عالمِ شہادت" کی تزئین کرتی ہے گویا۔

اس کا ہر رنگِ تنزل ایک رازِ ہست و بود   اس کی ہر جنبش کا حاصل عالمِ اجسام تھا

برسوں سجاوٹ و زیبائشِ عالم کیلئے زمین پر خالق کائنات کے بہترین گلکار پہنچتے رہے لیکن انسانیت کو تجلیٔ حقیقی کا انتظار تھا۔ برسوں وہ آنکھیں بچھائے خالقِ اکبر کا فضل تلاش کرتی رہی، بالآخر فاران کی چوٹیوں سے مژدۂ جانفزا بلند ہوا۔

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

---

[1] کائنات کے ۴ قرن جنمیں تین قرن، ست جگ، ترتیا جگ، دواپیا جگ تمام ہو چکے ہیں۔ یہ چوتھا قرن کلجگ جسمیں ابھی ۴ لاکھ ۳۶ ہزار سال باقی ہیں، آدم صفی اللہ کی پیدائش ہوئی ہے۔ انما خلق ماتہ الف آدم۔ سے کئی آدم کے خلق کئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔[2]

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن

زندگی "لباسِ نو" سے آراستہ ہو گئی اور عقل استقبالِ رحمتِ عالم کیلئے انسانیت کو پہلو میں لئے کھڑی ہو گئی۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ تلاش و جستجو کے معاملے میں اپنا کوئی حریف نہیں رکھتا اور اس مرحلے میں وہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس پر یہ بات واضح اور منکشف نہیں ہو جاتا کہ "اعتبارات مجردہ" تک اسکی رسائی ہو چکی ہے اصطلاح میں اسی تلاش و جستجو کے حاصل کا نام "علم" اور اس علم کے ادراک کا نام "معرفت" ہے۔

علم جو حقائق اشیاء سے متعلق ہے اور آدمیت کا "لباس نو" ہے جس پر انسانیت اپنا سب کچھ اور زندگی اپنا عزیز ترین سرمایہ نچھاور کر دیتی ہے حقیقتاً حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" کا نام ہے جو آپ کے وجودِ اطہر کیساتھ کائنات کے لئے عظمت و برتری کا باعث ہوا "تجلی حقیقی" کا "عبدی" روپ تھا جو جمالِ احدیت کیساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر ساری کائنات کیلئے وجہِ امتیاز ہوا۔ عرصہ کی جہانبانی کے بعد جہالت کا تابناک سورج اپنی آخری کرنیں زمینِ آدم پر ڈالتا ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے یہ کہتا ہوا غروب ہو گیا ؎

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

علم حقائق جس کا موضوع باری تعالیٰ کی ذات، صفات اور وجود کے سوا کچھ اور نہیں ہے کائنات کے تمام علوم و تمام مظاہر اسی علم کے دائرے میں محیط ہیں جو لاتعین میں قدیم و ازلی ہے تو تعین میں حادث ہے اسی حقیقت کی معرفت کا نام "تصوف" ہے جہاں عارف کو تمام منازلِ عبدیت طے کرنے سے قبل باری تعالیٰ و کائنات کے ربط کا ادراک ضروری ہوتا ہے۔

در عالم چیست نقش با صورت دوست ॥ چہ جائے نقش صورت بلکہ خود اوست

"وقوفِ نفس و عرفانِ رب" کا معاملہ ایسا عقلی و حسابی نہیں کہ دو اور دو چار کی طرح طے
کر دیا جائے۔ خالقِ حقیقی نے آدم کو اسی علم کی تلاش و جستجو کے لیے بے چین و بیقرار پیدا کیا ہے جہاں
وہ تعینات میں سے مراتبِ ستہ و حقائقِ اشیاء کا ادراک کر کے "نفس" کی شناسائی حاصل کرے۔ یہ
وہ مقام ہے جہاں سالک کو ہر ہر قدم پر "فریبِ انا" یعنی حسین صورت سے متوجہ کرتا رہتا ہے اور پاؤں
کی ایک لغزش اسے اپنے مقصد سے میلوں دور کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ یہیں بہ کمال احتیاط
سالک کو اس حد لانہایت تک پہنچنا پڑتا ہے جہاں معرفت کی پہلی منزل زمین و آسمان دونوں
کا احاطہ کر لیتی ہے۔ ؎

ہے اگر حالِ نظر تو حد نما حد سے گزر ॥ ذوقِ استفہام میں یہ نور ہی اک نور ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اشعار میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ ؎

وتزعم انک جرم صغیر ॥ وفیک انطوی العالم الاکبر

وانت الکتاب المبین الذی ॥ باحرفہ یظہر المضمر

وانت الوجود ونفس الوجود ॥ وما فیک الوجود لا یحصر

اس حقیقت کا ادراک علماء کے ایک گروہ نے چند قسموں میں کیا ہے اور سہولت کے
پیشِ نظر اسے "علم فعلی[1]" کے تابع کر دیا ہے چونکہ علم فعلی حقیقتِ اشیا سے قریبی نسبت
رکھتا ہے اور ساری کائنات، موجودات اور مظاہرِ کونیہ کو محیط، ممکنات سے قریب اور حق تعالےٰ
کے ارادے کیساتھ قائم ہے اس لئے اس علم کو فوقیت دی گئی۔ اسی علم کو مظاہرِ کائنات میں حیثیت ہر

[1] اگرچہ علماء کا ایک گروہ حق تعالےٰ کے علم کو "علم انفعالی" سے تعبیر کرتا ہے، جہاں ذات محدود بالصفات

سے متقدم سمجھا گیا جہاں یہ اجمالی طور پر کا میں سمٹا ہوا ہے وہیں الا اللہ میں اپنی مکمل ہیئت کیساتھ جلوہ گر بھی ہے حقیقتِ اشیاء سے قریب تر ہونے کی وجہ سے ذاتِ حق تعالےٰ کا مظہرِ عین بھی ہے اسی علم کے ادراک پر مخلوق کو معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے۔

منصبِ نبوت سے ہمیشہ یہی پیغام کائنات کو ملتا رہا۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ تم اللہ کی عبادت کرو جو زمین و آسمان میں ہے اور اللہ ہی تمہارا معبودِ حقیقی ہے اور ہر مظہرِ متعین میں کوئی شئے اس کے وجود سے خالی نہیں ہے کیونکہ حدیثِ شریف میں وارد ہے۔

مَنْ يَعْشَقُكُمْ سِوَىٰ عَنْ رَبِّكَ فَهُوَ عِشْقُكَ

زمین و آسمان میں کوئی شئے ایسی موجود نہیں ہے جو حقیقتاً ان کے خیال میں حائل ہو اور کوئی ایسا معبود سوائے اللہ العالمین کے موجود نہیں ہے جو قائم بالذات ہو۔

بحث طلب امر یہ ہے کہ جب ہر شئے جو بظاہر "غیر" ہے اگر وجودِ مطلق (حق تعالےٰ) کے تصور میں حائل ہو تو عبد و معبود کا رشتہ قائم کہاں رہا۔ یہاں غالباً یہ بات کہی جائے گی کہ ذات حق تعالیٰ ہر شئے میں جاری و ساری ہے اور جہاں ہر شئے "رب والا" کے وجود میں محسوس و محاط ہو وہاں ان اشیاءِ خارج کا عبدِ غیر حقیقی کی فکرِ وحدانیت پر متسلط ہو جانا عینِ امرِ کن کے

سے ہے۔ یہ علم ناقص الادراک ہے کیونکہ علم ناقص الادراک حقیقتِ اشیاء کا حجاب ہے اور جب تک یہ پردۂ مفقود میں حائل رہے گا کمالِ مراتب سے دوری قائم رہے گی! اس میں کوئی شک نہیں کہ علم انفعالی، علم فعلی سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور نہ حقیقتاً یہ اس سے الگ ہے۔ جس طرح وحدت الوجود اور وحدت الشہود ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ فی الحقیقت علمِ انفعالی، مراتبِ نزولی سے متعلق ہے اور علم فعلی مراتبِ عروجی سے۔ اس لئے انکی ظاہری کوئی تقسیم نہیں کی جا سکتی۔

اس وضاحت کے لئے یہ بات کافی ہوگی کہ وجودِ حقیقی اپنا کوئی غیر نہیں رکھتا۔ اور یہ
جو موجودات و مظاہر ہیں ان کی اصلیت و حقیقت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ خارج
میں "غیریتِ اعتباری" قائم ہے اور یہ اعتبارات موقوف ہیں اقتضائے اشیاء پر۔ لہٰذا وجودِ
غیر حقیقی اپنا کوئی حقیقی منشاء و اقتضاء نہیں رکھتا۔ البتہ عالم اور معلوم دونوں قدیم ہیں اس
طرح ذات حقتعالیٰ بالذات قدیم اور اس کا معلوم بھی بالعرض قدیم ہے۔ وجودِ حقیقی تعالیٰ کا غیر سوائے
عدمِ محض کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور عدمِ محض کی کوئی اصل نہیں ہے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب ۹۸
جلد سوم میں لکھا ہے۔ "وجود ذات کا واحد ہے (عالم کا وجود خارج میں نہیں) اور ممکنات مخلوق فی الوہم"
مظاہرِ عالم و کثرتِ اشیاء میں سوائے وجودِ مطلق کے اور کوئی شئے فی الواقع موجود نہیں ہے۔ اور
کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی مطلقیت میں کوئی غیر حق تعالیٰ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ لہٰذا
ثابت ہوا کہ وجود غیر نہیں ہے اور یہاں جو کچھ کہ قبضۂ ادراک میں ہے تعینات حقتعالیٰ
ہیں۔ پھر بھی یہ سوال مزید وضاحت چاہتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کے سوا کوئی غیر عالمِ امکان
میں موجود نہیں ہے تو پھر "مظاہرِ امکانی" کی عبادت شرک و ظلم کیوں سمجھی گئی۔ غور کرنے
سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ تمام مظاہر کیساتھ حق تعالیٰ کی معیت ذاتی ہے۔ اگرچہ
یہ معیت خود حق تعالیٰ کا ایک "حکم" ہے جو ہر "مرتبہ" میں اسکی تجلی کیساتھ موجود ہے لیکن
چونکہ ہر تجلی وجود کی صورت قبول کرنے سے قبل "اسمِ عبد" کا جامہ پہن لیتی ہے اس لئے اس
تجلی کی صرف مظاہر میں صورت قائم ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہوگی کہ حقتعالیٰ فی نفسہٖ
کسی تغیر و تبدل کو قبول نہیں فرماتا لیکن تمام مظاہرِ الٰہیہ "کل یوم ھو فی شان" کے مطابق تغیرات
کیساتھ قائم اور فی الحقیقت "تجلی عبد" کی اشکالِ مختلفہ ہیں جو ہر وقت متنوع اور مصنوع ہوتی رہتی
ہیں۔ چونکہ ساری کائنات بلحاظِ تعینِ اسماء و صفاتِ حق کی غیر ہے اس لئے یہ غیریت

"معیت غیر حقیقی" ہے اور اس اعتبار سے یہ "وہمی" قرار پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارع نے ان مظاہر کی پرستش و عبادت کو ظلم و شرک قرار دیا ہے۔

کُلُّ مَا فِی الْکَوْنِ وَہْمٌ اَوْ خَیَال اَوْ عُکُوْسٌ فِی الْمَرَایَا اَوْ ظِلَال

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے درسِ توحید کے لئے دنیائے انسانیت کو ان الفاظ سے مخاطب فرمایا۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور توحید کی کھلی دعوت کلمہ طیبہ سے دی۔ اسی کلمہ میں "علم فعلی" اپنی ہیت اجتماعی کیساتھ مظاہر کونیہ کا احاطہ کرتا ہوا "قاطع الاشارہ" ہے۔ جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ "سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں" کا مفہوم ہی سمجھے ہوئے نہ تھا بلکہ وہاں "اللہ کے سوا نہ معبود ہے نہ مقصود ہے نہ موجود ہے" کے معانی بھی پوشیدہ تھے۔

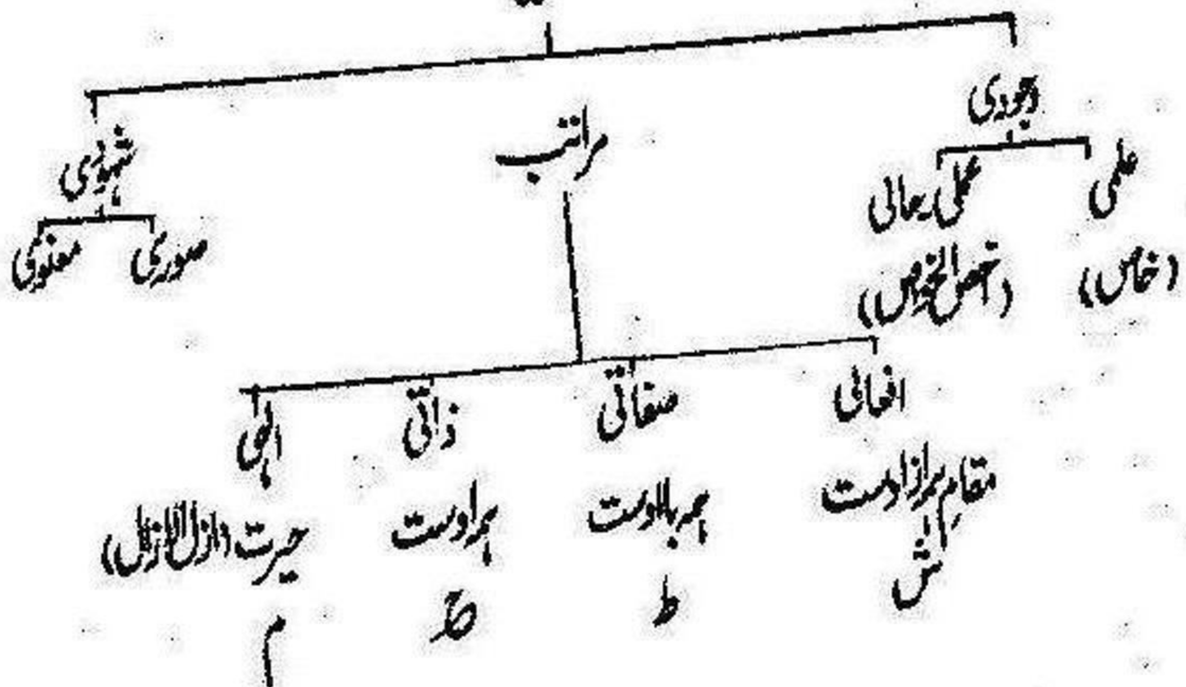
اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللہَ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر زمانے میں توحید کے پیچیدہ اظہار کی بدولت دنیا شرک و ظلم کیطرف متوجہ ہوتی رہی اور یہ اظہار توحید کی دعوت کے الفاظ "اَنِ اعْبُدُوا اللہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ" میں ہوتا رہا۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو "الٰہ غیر" کی پرستش و عبادت سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ "مظاہر و تعینات کائنات میں تم جو گمان کرتے ہو کہ یہ "الٰہ" ہے، دراصل ان مظاہر و تعینات کا عین ذات واحد ہے اس لئے ان مظاہر کی پرستش کو چھوڑ کر "عین مظاہر" کی عبادت کرو۔ "نفحات الانس" میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی ؒ نے فرمایا ہے:

"دنیا میں انبیاء اسی لئے پیدا کئے گئے کہ (وہ) انسان میں ایسی نظر پیدا کریں کہ انسان اپنے تصرات رحق کے کمال سے واقف ہو۔ (ترجمہ)

گویا انسان اپنے ہونے میں حقیقتاً اُسکا محتاج اور اُسکی عبادت سے پہلے اپنے نفس پر مطلع ہو جاتا ہے لیکن خدا کے کمال کا ادراک کرنے کے لئے اسے توحید کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ توحید سے متعلق اہل معرفت و علماء کے مختلف بلکہ کبھی متضاد یا بظاہر متضاد اقوال مل جاتے ہیں۔ یہاں اُن آراء و اقوال سے بحث نہیں اس ضمن میں صرف اسی قدر اس مسئلہ پر اظہارِ خیال مقصود ہے جس سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ ہو جائے

اصحاب کشفِ توحید نے توحید کی دو اہم قسموں پر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے لیعنی توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کی الگ خصوصیتیں متعین کیں سہولت کے پیشِ نظر ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے۔



• توحیدِ وجودی علمی: توحید کی وہ منزل ہے جہاں سوائے وجودِ حق تعالیٰ کے کسی دوسری شئے کو موجود کہنا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا تک شرک و کفر کے مترادف ہے۔ اس لئے اس توحید کا ادراک سوائے حق تعالیٰ کی معیت کے کسی اور ذریعہ سے ناممکن ہے۔ اسی توحید کے بارے میں حضرت ابوبکر شبلیؒ نے فرمایا ہے۔

"توحید سے جو عبارت میں جواب دے وہ ملحد ہے، جو کوئی اس پر اشارہ کرے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

وہ ثنویہ ہے جو اس پر ایمان رکھے وہ بت پرست ہے اور جو اس میں کچھ
گفتگو کرے وہ غافل ہے جو خاموش رہے وہ جاہل ہے"

چونکہ اعتبارات توحید مقید ہیں اور یہ کسی صورت میں ثابت نہیں کئے جا سکتے اس لئے انکی حیثیت بھی متعین کرنا دشوار ہے۔ اول الذکر توحید "توحید علمی" اعیان ثابتہ کیساتھ قائم اور حق تعالےٰ کے صفات کیساتھ شامل ہے اس وجہ سے مخلوق کو اس توحید کا ادراک بالواسطہ علم سے ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ عملی طور پر حق تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے ادراک ومشاہدے کا نام ہے اس لئے اس عمل کا نام اصطلاح میں "عبادت" قرار پاتا ہے۔ اس عمل کو خاص "بندگی" کے دائرے میں مکمل ہونا چاہیئے ورنہ یہ عمل بھی "فسادفی التوحید" سمجھا جائے گا۔

- توحید شہودی عقائد وایمانیات کے علم سے قریب ہے اور عقیدہ کی بنیاد "حق تعالےٰ خالق ہے اور تمام اشیاء اس کی مخلوق" اس عقیدے سے روگردانی کفر ہے۔ چونکہ مراتب توحید ہی سے مراتب ستہ کا ادراک کیا جاتا ہے اس لئے توحید شہودی کو مراتب توحید کی پہلی منزل قرار دیکر "مقام حیرت" واعیان ثابتہ کا سراغ لگایا گیا۔
- توحید اپنے اقسام سے الگ "وہم وگمان وخیال سے نہیں پہچانی جا سکتی" کیونکہ یہ تمام حادثات ہیں۔ چونکہ ہر شئے حادث کو فنا ہے اس لئے ذہن انسانی توحید کے ادراک سے عاجز اور ذات حق تعالےٰ مقام کشف وتوحید سے پاک منزہ ہے۔

تنزلات جس وقت باری تعالےٰ نے آئینہ احدیت میں اپنے اسماء وصفات کا پرتو آراستہ کیا اور صورت امکانیہ میں عشق کی چادر اوڑھی تو اس نے انسان کامل کا روپ دھار لیا۔ تصوف حق تعالےٰ کی اس ادا کو شہود سے تعبیر کرتا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ بارادہ

تنزل وبر تقاضائے عشق ومحبت ذات کے یہاں خود عاشق ٹھہرا اور تعین میں اسکی معشوقیت قائم ہوگئی لہذا ہر شئے ظاہر اس کا شہود ٹھہری اور وہ خود اپنا آپ مشہود ہوا ہے

ولکنا فیہ اکوانا ❊ واعیانا وازمانا

گویا اسطرح انسان کامل کا عشق اپنے وجود سے انانیت کو خارج کر دینے اور منزلِ "ہاہوت" میں قیام کرنے سے مکمل ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اسے محویت ذات حاصل ہوتی ہے اور اس کا عشق دونوں قوسوں کا سہارا لے کر دوبارہ اپنی انانیت کی تکمیل کرتا ہے۔ یہی دو قوسیں سفرِ حق وعبد سے عبارت ہیں۔ جہاں ایک میں اعلیٰ سے ادنیٰ اور دوسری میں ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف سفر ہوتا ہے انہیں قوسِ عروجی وقوسِ نزولی بھی کہا جاتا ہے جو ایکدوسرے سے وصل کرکے دائرۂ عشق کی تکمیل کرتے ہیں یہاں

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ❊ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اس عشق الٰہی حق تعالیٰ "نقطۂ ھو" سے اپنا سفر شروع کر کے منزلِ اول یعنے مقامِ احدیت پر قیام فرماتا ہے یہاں اسکی ذات منقطع الاشارہ اور مخلوق کے فہم وادراک سے بالا ہے اسی لیے اسے مقامِ حیرت کہا گیا ہے حضور سرورِ کائنات صلعم نے اسی مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

ما عرفناک حق معرفتک

سفرِ حق کی دوسری منزل مقامِ وحدت ہے جہاں حقتعالیٰ نے اسمائے الٰہی و اسمائے کیانی کیساتھ اپنی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ منزلِ تجلی حبِ ذاتی سے معمور ہوکر وجود کا آئینہ بن گئی ہے، جہاں کثرت عینِ وحدت ہوکر مخلوق کا واسطہ بنی اسی مقام کی نسبت حضرت ابن العربیؒ کا ارشاد ہے ہے

ولولاہ ولولانا ❊ لما کان الذی کان

تیسری منزل، مقامِ واحدیت ہے جہاں کثرت فی العلم ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں

کائنات اور خالق کائنات ایکدوسرے سے وصل کر کے عالم امکان کی تکمیل کرتے ہیں ارشادِ رسالتمآبؐ ہے۔ لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ۔ یہاں اعتبارات و تعینات علمی " اعیانِ ثابتہ" کا نام پاتی ہے اور توحید علمی مکمل ہو جاتی ہو کر توحید عملی سے مربوط ہو جاتی ہے اقبالؒ نے کہا ہے ؎

دو عالم چیست نقشِ صورت دوست   چہ جائے نقش و صورت یک وجود اوست

▲ سفرِ عبد کی پہلی منزل "وجودِ ناقص" سے عبارت ہے، جہاں انسان اپنی ذات کیسوا ہر شئے سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ یہاں اس کا ہر عمل قابل محاسبہ ہے اور یہاں اپنے اظہار میں

حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور   کسے خبر کہ تجلی ہے عینِ مستوری

اور دوسری منزل میں صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر بوساطت عالم مثال "ارتقا" کرتا ہے جہاں جلال و جمال و کمال، سبب ظہور اصورت روح بن کر عبدِ مجاز کے ہر عمل پر چھا جاتے ہیں یہاں انسان کو اپنی ذات سے واقفیت نہیں ہوتی اور تکمیلِ برزخ کی ناقص صورت میں مقیم ہوتا ہے ؎

بے شکل در بہ شکل اوست عالم   بے شبہ در بہ شبہ اوست آدم

تیسری منزل میں انسانِ کامل وجودِ حقیقی سے اپنا ربط پیدا کر کے قوسِ نزولی کی تکمیل کرتا ہے یہاں وہ ایکطرف خدا اور دوسری طرف بشری صفات کا برزخ بن کر خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اسے خود شناسی کے رموز خدا شناسی سے قریب کر دیتے ہیں اور اسی سے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ مرتبۂ جامعیت کیساتھ عبدِ حقیقی اپنی ہستی میں ہستیٔ ذاتِ حقتعالیٰ کا مشاہدہ اور اپنی صفت میں صفاتِ حقتعالیٰ کا پرتو پاتا ہے۔ یہاں اس کا نفس جامع اوراقِ عالم اور اسکی ذات "کتاب اللہ" کا مرتبہ پاتی ہے ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
لیلائے حدوث تو و سلمائے قدم را

سے موجود ہوں۔

چند اصطلاحات

الف : ذاتِ احدیت

ابد : جس کی انتہا نہیں، صفتِ حق تعالیٰ

ابرو : کلام و الہامِ غیبی، صفتِ جمال

اتحاد : سالک کا ذاتِ حق تعالیٰ میں غرق ہونا

اتصال : وہ رشتہ جس سے عبد کا وجود قائم ہے

احدیت : ذاتِ حق تعالیٰ

احدیتِ جمع : آدمِ حقیقی، حقیقتِ محمدی

احسان : عبد کا عبودیت و مشاہدۂ رب کے ساتھ ثابت ہونا۔ توجہ الی اللہ

آخر : ظہورِ ذات، قصوراتِ صفات

ارادہ : ذات کا اشیائے خارج سے متعلق ہونا

ازل : صفتِ حق تعالیٰ

ازل الآزال : مرتبۂ ذات بلا صفات

آزاد : قیودِ ذاتِ بشری و اسبابِ طبعی سے بے نیاز ہونا۔

اسمائے ذاتیہ : اسمائے الٰہی۔ وہ اسماء جن کا اطلاق غیر پر موقوف نہیں۔

اعیان : معلومات و مصنوعات موجودہ حق تعالیٰ

اعتبارات : وجود، علم، نور، شہود، ظہور

اقامت : غلبۂ عشق

امید : تجلی لطفی

انا : مرتبۂ وحدت

اول : ظہورِ ذات بلا صورتِ صفات

با : وجودِ ذاتِ خالص

بادہ : محبت و عشقِ الٰہی

بادہ فروش : پیرِ کامل

باطل : ماسوی اللہ

بت : مقصود و مطلوبِ حقیقی

بتکدہ و بتخانہ : باطنِ عارفِ کامل

برزخ : عالمِ مثال (انسانِ کامل)

برق : نورِ ذات

بقا : مقامِ عرفان

بوسہ : جذبۂ باطن

بصیرت : قوتِ قدسیہ

تالیفِ قلوب : توجہ

تجلی : لباسِ تعین

تجرید : خودی کی نفی کر کے حق تعالیٰ کی خودی میں گم ہونا

تعین : اپنی ذات کو پانا

تحقیق : حقایق اشیاء کا علم

تشبیہ : مظاہر میں ذاتِ حق کا ظہور

تفرقہ : حق تعالیٰ کو نہ دیکھنا

تنزیہ : حق تعالیٰ کو جملہ عیوب و نقصاناتِ امکانیہ سے پاک جاننا۔

توحید : خدا کی ذات کو موجود اور خود کو نابود سمجھنا

جاہل : طالب کاذب

جبروت : مقامِ نزول

جذبہ : وہ قوت جو عبد کو رب سے قریب کرتی ہے۔

جلال : تجلیٔ قہر

جمال : الہامِ غیبی

چشم : صفتِ جمال

حالِ کبر : عالمِ ارواح

حبیبہ : علمِ حق

حکمت : حقائقِ الٰہی کا ادراک

خال : تجلیٔ جلالی

خلوت : محادثۂ عبد

خلیفہ : انسانِ کامل

خیال : تعینِ اول۔ وحدت

دلائل ثلاثہ : فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ

دم : حرکتِ ذات

ذات : وجود

ذاتِ بحت : واجب الوجود

زلف : تجلیٔ جلالی

زنار : علامتِ یکرنگی عالمِ وحدت حقیقتِ محمدی

ساقی : واسطِ انوارِ غیبی

ساغر : شاہدِ انوارِ غیبی

سجود القلب : فنا فی المشاہدۂ حق

سیاہی : تجلیٔ ھو

شئے : ذاتِ خالص

صنعت : ظہورِ ذاتِ حق تعالےٰ

صوتِ سرمدی : صداے ذات

صنم : حقیقتِ روحی

عارف الوجود : اعیانِ ثابتہ

عبد : تعینِ اول۔ مخلوقِ اول

عبادت : نسبتِ صحیح

عشق : حقیقتِ محمدی

عین : محویت و فنائیت ذات

فقیر : گم کردہ خودی

فیض : جذبۂ باطن

قاب قوسین : مقامِ وحدت

لاہوت : مقامِ محویت۔ عالمِ ذات

مبداء : ذاتِ حق تعالیٰ

محبت : کششِ حسنِ ازل

محادثہ : ہمکلام ہونا

ممکن الوجود : وجودِ مثالی

موجود : ذاتِ باری تعالیٰ

یار : تجلیِ صفت

یقین : رویتِ اعیان بصورتِ ایمان

تیرِ غمزۂ صاحب سے سکانِ مست

ایک جنبشِ لبِ غنچہ دہن سے جہانِ مست

کشفی تو گر نہ عالمِ آب و گِل

رکھا تعشق نے جہانِ ہستی

ہے وہی منزلِ مقامِ دید نہ اشارہ جہاں نہ گفت و شنید
گر عبارت ہو واں اشارت بھی پھر ہے توحید سے یہ بات بعید
اپنی ہر شد فنا کا اک عنواں یہ ہر آمد لقا کی ہے تجدید
وصل وہ ہے جہاں نہ خوف و رجا ہجر وہ ہے جہاں نہ یاس و امید
کیفیت، عشق، حسن، شانِ وجود مختصر ہے یہ کثرتِ تجرید
دور کر کے حجابِ غیریت دیکھ پھر کون ہے قریب و بعید
ہے وہی عین جو ہو عین بہ عین ہے وہی دید جو ہے دید بہ دید
ہے پرے جو بھی حد و احد سے بالیقیں اس کی ہو گئی توحید

جس کا ہر حال، حال ہو کشفی
اس کو ہر شب برات، ہر دن عید

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۲

صورت کثرت ہے یہ میرا نمود صرف میری ذات ہے اک نسبتِ وجود
میری ہستی کو نہ جانو تم عدم اصل میں ہے بود لیکن بے نمود
میں ہوں اک درجۂ مسلم لاتعین حاضر و ناظر ہوں لیکن بالوجود
میرے ہی سب نام ہیں بے نام ہوں آپ ہی شاہد ہوں مشہود و شہود

اصل میں کشفی یہ سب بے بود ہیں
جو نظر آتے ہیں یہ نام و نمود

۳
زمانے سے ہوں میں مجھ سے زمانہ — کہ جیسے موج و دریا ہے یگانہ
عدم میں ملک ہستی سے ہوا آیا — مجھے منظور تھا جلوہ دکھانا
مرا خلوت کدہ ہر ایک دل ہے — ہر اک دیدہ مرا دیوان خانہ
صفت اور ذات ہے مجھ میں جو کرشمے — وہ حسن و عشق کا ہے اک فسانہ
ہے دیدارِ خدا دیدارِ آدم — کسی نے آج تک اتنا نہ جانا
کچھ ایسا مجھ میں وہ گھل مل گیا ہے — زباں پر اس کے گن اس کا ترانہ
چھپا ہے اور نہ کشفی ہے چھپے گا
یہ چھپ چھپ کر تمہارا آنا جانا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۴
وہی حق میں ہے عارف ہے سیانا — جو آدم اور دم کو خوب جانا
رہے کیوں ماہی بے آب جیسا — تو پانی میں ہے پانی کو نہ جانا
جو ہیں امواج بحر ہست حق کے — وہ شانِ ماہیت ہیں جاودانہ
نہ کوئی غیر میرا میں کسی کا — زمانے میں ہوں جو میں ہوں یگانہ
وہ کب جانے گا پہچانے گا مجھ کو — جو کوئی آپ اپنے کو نہ جانا
اسی کو خلوت و جلوت ہے حاصل — جسے ہو یاد خود کو بھول جانا
ظہورِ خلق ہے میرا تخیل — ہے کشفی شان میری جاودانہ

خودی سے ہوں پرے ہر دم خدا سے مجھ کو وصلت ہے ۵
بشر ہوں دیکھنے میں اس کی میری ایک صورت ہے

یہ دم کی آمد و شد زندگی ہے اور رحلت ہے
قیام دم جسے کہتے ہیں وہ روزِ قیامت ہے

مقدم ہے یہی مذکور سے مانوس ہو پہلے
تو کر پھر ذکر ہر دم اس کا وہ عینِ عبادت ہے

اٹھا پردہ عبودیت کا جلوہ دیکھ پھر اُس کا
وہ اپنی آپ کثرت ہے وہ اپنی آپ وحدت ہے

جو غیرِ حق ہو مشغول ہے وہ عینِ گرفتاری
جو بے باطن ہو استغراق وہ غیرِ عبادت ہے

تکلم بر طرف آنکھوں پہر ہے دید کا عالم
ہوں اپنا آپ میں ہم تخلیہ خلوت ہی خلوت ہے

مرا مدفن ہی کعبہ ہے وہ مسجودِ ملائک ہوں
وہی حج میرے قالب کی جو تربت کی زیارت ہے

جمالِ یار ہو گر دیکھنا خطرات دھو دل سے
نظر آ رہے گی پھر کثرت میں تجھ کو جو حقیقت ہے

ہے دل عرشِ بریں اور جسم خاکی لامکاں ہستی
نظر آنکھوں میں غیبِ "ہویت" میری سکونت ہے

٦

باطناً کچھ اور کہلاتے ہیں ہم
ظاہراً انساں نظر آتے ہیں ہم

گو بظاہر چپ ہیں لیکن چپ نہیں
یاد ہے جس کی وہ ہو جاتے ہیں ہم

جب وہ ہوتے ہیں تو ہم ہوتے نہیں
اس طرح کچھ ان میں کھو جاتے ہیں ہم

ہمنشیں جب دل تپش کے ہو گئے
ہر گھڑی ہر دم اسے پاتے ہیں ہم

اس طرح ہو جاتے ہیں محو خودی
آپ سے جب آپ ہو جاتے ہیں ہم

گفتگو اُن کی ہے اور ان کی صدا
الغرض ہر اک روپ میں پاتے ہیں ہم

غیریت کیا؟ اک خیالِ خام ہے
صورتِ کشتی نظر آتے ہیں ہم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۵

ظاہر و باطن نہ اپنا اول و آخر الگ
وہم ہے جو ہم نظر آتے ہیں یوں اکثر الگ

ہم سے ہم مصروف ہیں آٹھوں پہر ہم تخلیہ!
ہم نہ اپنے سے الگ گھر میں نہ ہم باہر الگ

ہے شعورِ کثرتِ اظہار کا اپنے کمال
اپنی صورت میں نظر آتے ہیں ہم اکثر الگ

سب فریباتِ عدم ہیں اپنے یہ بود و نمود
رہ نہیں سکتے ہم اپنے آپ سے دم بھر الگ

ہم خود اپنی غیریت سے کھیلتے ہیں رات دن
کیا ہمارے نام کے چرچے نہیں گھر گھر الگ

یہ فنا کا اور یہ اپنی بقا کا راز ہے
نقشِ آبی ٹوٹتے ہیں جیسے بن بن کر الگ

زندگی اور موت کے جھگڑوں سے ہم ہیں بے نیاز
خیر و شر سے ہم الگ ہیں ہم سے خیر و شر الگ

پُتلۂ خاکی کو کب سمجھا کسی نے آج تک
ہو نہیں سکتے ہیں کشفی خالق و مظہر الگ

٦

صورت نمائے یار ہوں وہ آئنہ ہوں میں — وہ مجھ میں جلوہ گر ہے اسے دیکھتا ہوں میں
اک مسلکِ انقلاب ہوں مصروفِ جزر و مد — موجِ ہوا سا پانی پہ اک بلبلہ ہوں میں
اپنی انانیت سے ہوں میں اپنے روپ میں — بندہ ہوں میں نہ اور کسی کا خدا ہوں میں
ہر رنگ اک عروج ہے میرے نزول کا — ہونا ہے بہرحال مجھے، ہو رہا ہوں میں
ان کو نہ دیکھنا بھی سراسر قصور ہے — آداب کے خلاف ہے گر دیکھتا ہوں میں
مسجودیت میری ہے لزومِ ربوبیت — اک ذمہ دارِ بارِ گراں ہو گیا ہوں میں

یہ مختصر سی ہے میری روداد و کیفیت
کشفی! مزاجِ ہستی کا اک واقعہ ہوں میں

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

٧

خلاصائے ازل ہے ہستیٔ رفعت نشاں میری — جو لاتخلق اہم اک مسئلہ ہے داستاں میری
فرشتے رہ گئے انگشت بدنداں اک تحیر میں — وہ انساں ہوں رسائی ماورا الامکاں میری
رموزِ نسخۂ حبِ حقیقی کی عبارت ہوں — میں وہ مسجود ہوں کر دو بیاں تسبیح خواں میری
مری تخلیق کا باعث، کسی کی جلوہ پیرائی — یہ دو جملوں میں کتنی مختصر ہے داستاں میری
بیاں کیا ہو مرا رنگِ مزاجِ حسن خاموشی — بعید ذوقِ تکلم چوم لیتا ہے زباں میری
کہوں مجھ آشنائے دید کی کیا تشنہ کامی — میرا ہر ایک حرفِ آرزو ہے داستاں میری
خموشی سے مرا جب ذوقِ گویائی ابھرتا ہے — تو بن جاتی ہے منہ میں فطرتِ یزداں زباں میری

وہ رہرو ہوں گزر جاتا ہوں ہر اک اپنی منزل سے
کسی نے آج تک پائی نہ گردِ کارواں میری

کبھی آنکھوں میں دم ہے اور لبوں پہ ہے کبھی رقصاں
مذاقِ موت گویا بن گئی ہے داستاں میری

حوادث، شر کی بدعت کے، جھمیلے خیر اور شر کے
بس اک گرداب میں ہے کشتیٔ عمرِ رواں میری

یقیناً یہ میرا ہونا نہ ہونے کے مماثل ہے
جو میری زندگی سے موت بھی ہے بدگماں میری

میری آنکھوں سے غیریت کے جب اٹھے حجابات تو
حقیقت مجھ پہ ہو جاتی ہے بے پردہ عیاں میری

اگر کھل جاؤں میں کشفی کسی کا راز کھل جائے
نہ منہ کھلواؤ بہتر ہے جو ساکت ہے زباں میری

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

لباس اپنا بدلتے ہیں ہم مدام نیا ۸
نئی مثال، نیا روپ اپنا کام نیا

نئے ہیں روپ، نئے دن ہیں نت نئے انداز
نیا خدا ہے خدائی کا اہتمام نیا

نہ گفتگو میری ظاہر ہے اور نہ در پردہ !
طریق و طرزِ تکلم میرا کلام نیا

نئی امنگ، نیا شوق، ہر نیا جذبہ
رموزِ عشق ہے میرا ہر ایک گام نیا

نیا سفر ہے نیا راستہ نئی منزل
نئی ہے صبح، نئی شام ہے قیام نیا

انوکھا ساقی ہے پر کیف مئے نرالے مست
نیا سبو ہے صراحی نئی ہے جام نیا

یہ کیا بلا کا سبک سا ہے میرا قاصد
جو دمبدم مجھے پہنچا رہا پیام نیا

یہ مختصر سا پتہ میرا نحن اقرب ہے
جو ہر نفس یہ میرا ہو رہا سلام نیا

وہ راہرو ہوں جو آپ اپنا ہمسفر ہوں میں
نہ کارواں، کہیں منزل، میرا مقام نیا

قدیم وہ ہیں تو کشفی نئے! یہ ممکن ہے!؟
جو ہم کتاب ہو آقا کے وہ غلام نیا!

نہ کسی کی گفتگو میں، نہ کسی کی میں زباں میں ۹ | کیا بیاں میرا بیاں ہو وہ بیانِ لا بیاں ہوں

مِرا نام رکھ دیئے ہیں یا جو ہیں نام رکھنے والے | یہ خبر نہیں کسی کو، کہ میں کون ہوں کہاں ہوں

مجھے ڈھونڈنا ہے بیجا میری جستجو عبث ہے | نہ مکاں کے ہوں باہر نہ میں داخلِ مکاں ہوں

یہ میری ہے شانِ وحدت، میرا رنگ ہے وہ یکسر | جو رموزِ خود نمائی کا میری میں رازداں ہوں

نہ تعینِ ازل ہے نہ ابد کی قید مجھ کو، | نہ تقیدِ حد و اخذ میں وہ بحرِ بیکراں ہوں

یہ وجود اور عدم کے ہیں اک اعتباری جھگڑے | میں نگاہِ دیدہ ور میں نہ نہاں نہ میں عیاں ہوں

نہ کوئی ہے غیر کشفی نہ میں غیر ہوں کسی کا
یہ سمجھ ہے اپنی اپنی جو شمارِ ایں و آں ہوں

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

سما پر احد ہوں عرشِ معلیٰ پر میں احمد ہوں! ۱۰ | و فی تحت الثریٰ محمود، فی الارض محمدؐ ہوں

ازل کی قید ہے مجھکو نہ پابندِ ابد ہوں میں | محیطِ شش جہت ہوں ماورائے حد و اخذ ہوں

یگانہ میں کسی کا ہوں کسی سے میں نہ بیگانہ | میں اپنے روپ اپنے رنگ میں ایسا منفرد ہوں

الوہیت مری برتر، عبودیت مری یکتا | بیاں کیا وصف ہو میرا میں وہ نورِ مجرد ہوں

نہ میرا رازِ سربستہ کسی پر کھل سکا کشفی!
جو سارے نکتہ داں حیران ہیں وہ قفلِ ابجد ہوں

پرتوِ نورِ مصطفےٰ، ہوں میں ۱۱ | یا کہوں بندۂ خدا ہوں میں

اسی ضد میں پھنسا ہوا ہوں میں | خیر و شر میں جو مبتلا ہوں میں

ذات وہ اور میں صفت اُن کی | راز، وہ راز آشنا ہوں میں

بات اتنی ہے یہ حقیقت ہے   وہ مِرے، اُن کا مدعا ہوں میں
صرف دل دادۂ محبت ہوں   اک دلِ درد آشنا ہوں میں
ہے یہ توہینِ بندگی کشفیؔ !
کہے بندہ اگر "خدا ہوں میں"

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

جو خودی سے خدا نما ہوں میں ۱۲ اپنی صورت میں آپ سا ہوں میں
نہ یہاں کوئی اور وہاں کوئی !   اِن تقیدات سے جدا ہوں میں
کیفیت؟ عشق، حسن؟ شانِ عزیز   کیوں کہوں کا عبد لاجدا ہوں میں
نہ نشاں ہے نہ بے نشاں ہوں میں   نہ پتہ ہے نہ لاپتہ ہوں میں
بندگی صرف میری عبدیت   مثل سورج شعاع نما ہوں میں
نہ قدم ہوں نہ اور میں حادث   ہوں بہر حال ہو رہا ہوں میں
میں نہ اول ہوں اور نہ آخر ہوں   ہوں نہ باطن نہ ظاہرا ہوں میں
لاشریکانہ رنگ میں کشفیؔ !
جلوۂ حق ہوں حق نما ہوں میں

امانت دارِ عرفانِ خودی ہوں ۱۳ میں ذمہ دارِ گنجِ سرمدی ہوں
فرد جبر تزئین مکمل   مگر اک اعتبارِ عارضی ہوں
کہ جیسے آب پر اک نقشِ آبی   یہ کیفیت ہے اضدادِ دوئی ہوں
نزولِ پرتوِ حسنِ مجرد !   میں باعظمت مدبّر آدمی ہوں

یہ الطافِ ربوبیت ہے کشفیؔ !
اک اسفل اور وقفِ بندگی ہوں

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

صلوٰت، صوم اور تکبیر ہے تعمیرِ میخانہ ۱۴ یہ سطوت، یہ بلندی اور یہ تقدیرِ میخانہ
اثر دل پر کچھ ایسا کر گئی تاثیرِ میخانہ جدھر دیکھوں ادھر ہے نقشِ تعمیرِ میخانہ
فضائے دہر پر چھائی ہے کیا تنویرِ میخانہ بنا ہے ذرہ ذرہ عالم تصویرِ میخانہ
لگا کر آنکھ سے، زنجیرِ در کو چوم لیتے ہیں جھکا دیتے ہیں میکش سر پئے توقیرِ میخانہ
ادھر ہوتے ہی ساقی کا جو اذنِ دورِ مے نوشی پئے تشہیر خود ہلنے لگی زنجیرِ میخانہ
شریکِ دورِ ساقی، با سبو شیخِ حرم بھی ہے ملی ہے عرش کی زنجیر سے زنجیرِ میخانہ
سرِ منبر جو کی تحقیرِ مئے واعظ نے کچھ ایسی در و دیوارِ مسجد بن گئے تصویرِ میخانہ
یہ رنگِ زہد ہے یہ حال ہے اپنی عبادت کا جو جھک جاتے ہیں رکھ کر سامنے تصویرِ میخانہ
بلآخر حال یہ اپنا ہوا ساقی پرستی میں سراپا صورتِ ساقی ہیں، دل تصویرِ میخانہ
قدم لغزیدہ لغزیدہ، خمار آلودہ کیفیت کہ ہر اک رند سرتاپا ہے اک تصویرِ میخانہ

بغل میں جام، شیشہ ہاتھ میں، ساقی تصور میں
بنے ہیں جب سے کشفیؔ ہم مریدِ پیرِ میخانہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

مقیّد ہے، اگر سب میں خدا ہے ۱۵ ہو اک الزام و تہمت افترا ہے
نہ تو اس سے نہ وہ تجھ سے جدا ہے نظر کو صرف دھوکہ سا ہوا ہے
ثبوت و سلب، ضدِ باہمی ہے حقیقت ایک ہی دونوں کی کا ہے

نہ غیرِ رنگ کشفی نہ غیرِ صورت
اگر اس کے سوا ہے ما سوا ہے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

واقعی انسان حق کی ہو بہو تصویر ہے ۱۶ ایک رتبا یا کلام اللہ کی تفسیر ہے
حسن کا اک حسن ہے تنویر کی تنویر ہے آئنہ کا آئنہ تصویر کی تصویر ہے
فی الحقیقت امرِ رب اک پیکرِ تنویر ہے صورتِ تدبیر ہوں میں اور وہ تقدیر ہے
اور کیا کچھ بھی نہیں اپنی حقیقت ہے مری احسنِ تقویم سے ظاہر میری توقیر ہے
صرف اک دھوکہ ہے میرا، واقعی یہ میں نہیں کاٹ دو میری زباں میری اگر تقریر ہے
صرف اک رازِ مضامینِ ازل ہو با تقیں ہیں تو دو تصویر کے رخ اک ہی تحریر ہے
خود کو جس نے پا گیا، وہ پا گیا اس راز کو
حضرتِ انسان کشفی بولتی تصویر ہے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

جو نہ سمجھا خود کو وہ معذور ہے ۱۷ بات اتنی ہے، سمجھ سے دور ہے
وہ جو ضدِ باہمی سے دُور ہے وقت کا اپنے وہی منصور ہے
مستیاں مینا سے جیسے بے نیاز اس طرح انسان حق سے دور ہے
کس کو ہم اچھا کہیں کس کو برا اس کا بندہ ہے اسی کا نور ہے
جیسے پانی اور پانی کا حباب جینے مرنے کا یہی دستور ہے
آنکھ کو جیسے پلک کا آسرا وہ قریب اتنا ہے اتنا دور ہے
آپ اپنے ناظر و منظور ہم ہم ہیں موسیٰ دل ہمارا طور ہے

دید اس کی جلوے اُس کے شوق لذتیں ہیں — وہ قریب اُس سے نہ اُس سے دور ہے
وصل اک ایسی حقیقت کا ہے نام — فہم سے جس کے سمجھ معذور ہے
پوچھتے کیا حال ہو ظاہر ہے حال
وقت سے کشفی بہت مجبور ہے

فضائے زینتِ وحدت تعجب خیز خلقت ہوں — ۱۸ نہ آئے جو کسی کی بھی سمجھ میں وہ حقیقت ہوں
بہ شکلِ گردشِ پرکار رقصاں دونوں عالم میں — کہ جس سے ہر سکوں بے چین ہو وہ رنگِ فطرت ہوں
فریبِ رنگِ کثرت ہے یہ میری نیستی ہستی — بہ شکلِ عالمِ موجود خود اپنی شہادت ہوں
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے گا میرا رنگ و کیفیت — میں کثرت اپنی کثرت کی میں وحدت اپنی وحدت ہوں
ازل میرا ابد ہے اور عدم موجودیت میری! — فضائے جلوۂ رنگیں ہے جس سے میں وہ ظلمت ہوں
ہر آئینہ مرا منہ تک رہا ہے فرطِ حیرت سے — جہانِ آئینہ خانے میں اک تصویرِ حیرت ہوں
تقیدِ غیریت سے اس طرح میں غیر ہوں کشفی۔
ضدوں سے کیا مجھے ہر رنگ میں رنگِ عبادت ہوں

ظہورِ علمِ لدنی ہے مرے سینے سے — ۱۹ چھلک رہی ہیں شرابیں اس آبگینے سے
یہ صوفیانہ میرا زہد کیا کہوں واعظ — جو ہاتھ آئی یہ دولت شراب پینے سے
سلیقہ مند کچھ ایسا ہے بادہ خوار ترا — مگر رہا بھی تو مستی میں وہ قرینے سے
عروج میں بھی کچھ ایسا رہا میں سر بسجود — کبھی قدم نہ ہٹا بندگی کے زینے سے
تجلیات کی دنیا ہے میرا دل کشفی!
ہے گھر کا گھر مرا روشن اسی نگینے سے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

وہ مرا روحِ رواں نورِ نظر آنکھوں میں ہے ۲۰ دل میں وہ پردہ نشیں تو پردہ در آنکھوں میں ہے

اپنی ہی بے پردگی کا نام پردہ رکھ دیا — دیدہ ور کے واسطے لطفِ نظر آنکھوں میں ہے

بہ لحاظِ ظاہر ہے ربُّ المشرقین و مغربین — دیکھتا ہوں میں جدھر بھی وہ ادھر آنکھوں میں ہے

وہ نہاں ہر آنکھ سے ہے پردہ کہتے ہیں جسے — رونما ہر شکل سے وہ جلوہ گر آنکھوں میں ہے

قبلہ من کا ہمارے صرف ہے اتنا پتہ — اُن کا مسکن دل کے اندر اُن کا گھر آنکھوں میں ہے

وہ نہ شہ رگ سے قریں ہے اور نہ شہ رگ سے الگ — وہ بہر صورت بہر رنگِ دِگر آنکھوں میں ہے

اس کو جب جلوت نہ خلوت کیا عیاں کیا ہے نہاں — جلوہ گر وہ ہر گھڑی آٹھوں پہر آنکھوں میں ہے

آدمی !؟ اک شے اعتبارِ عارضی کا نام ہے — ہے جبھی تک زندگی جب تک نظر آنکھوں میں ہے

اُن کا اپنا ساتھ کشفیؔ اس طرح کا ساتھ ہے
روح تن کے ساتھ ہے جیسے نظر آنکھوں میں ہے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

وجودِ عشق اک لافانیت ہے ۲۱ مؤثر جس سے ہر انسانیت ہے

کہ رگ رگ ہے انانیت سے مملو — یہی ہر زندگی کی کیفیت ہے

جسے کہتے ہیں پوشیدہ حقیقت — وہی اک فطرتِ انسانیت ہے

نہ کھا شیوناتِ گوناگوں پہ دھوکہ — فریبِ حسن کی رنگینیت ہے

بدل دے تو خدا میں اپنی دنیا — یہ اک رنگِ فریبِ دہریت ہے

میری تشریف ’کرمنا‘ ہے انساں — بیاں کیا ہو جو میری منزلت ہے

یہ میری عظمتِ فرضِ تسلسل — جو مجھ کو باعثِ یکسانیت ہے

محض ہوں اور نہ میں رنگِ اضافی — بہر صورت میری موجودیت ہے

جو تجدیدِ لقا میری ہے کشفی
یہ رنگ و کیفیاتِ ازلیت ہے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۲۲ تیری یکرنگی نے کتنے کئے رنگت پیدا | فنِ یکتائی کی کثرت نے کئے ہیں کیا کیا
ہو انظاروں کو ترے جلووں کا جب سے سودا | تیرے ہونے کا مجھے ہونے لگا ہے دھوکا
طُور کی موت تبسم کی ترے اک بجلی | زینت افروز ترے قدموں سے عرشِ اعلیٰ
ذات تو میں کہاں صفت، بو تو دلوں میں ہو نغمہ | میرے جینے کو سہارا ہے ترے ہی دم کا
اُف رے انداز لگاوٹ یہ عروجِ کثرت | لاشریک ایسے میں پھر بھی ہیں کہلاتے تنہا
شعبدہ گر تو کہیں کچھ ہے کہیں تو کچھ ہے | کونسی جا تری شہرت نہیں تیرا چرچا

دور وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اُس کے قریب
شخص اور عکس میں جیسا کہ ہے کشفی رشتہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۲۳ تمہارے خیر اور شر کے فسانے | بنے کیا خوب بخشش کے بہانے
یہ شخص و عکس، دم اور آدمی ہے | کسے اپنا، پرایا کس کو جانے
تقیدِ ذکرِ بُعد و قرب ہی کیا | بہر صورت اُسے موجود جانے
کہاں کا کفر اور کیا شرک و بدعت | لگایا خود پرستی نے ٹھکانے
جو دیکھے اُس کو وہ خود کو نہ دیکھے | ذرا سی بات ہے اتنا نہ جانے
مزے لوٹے ہیں وہ شانِ کرم نے | مِرے اشکِ ندامت کے بہانے

یہی ایمان کی ہے بات کشفی!
سمجھ کر خود کو دیکھے خود کو جانے

کچھ عجب رنگ ہے اے جلوۂ جانانہ ترا ۲۴ حد سے کچھ بڑھنے لگا یہ دلِ دیوانہ ترا

اعتبارات سمجھتا ہے ترے جلووں کو ، کہیں آتا بھی فریبوں میں ہے دیوانہ ترا

کیفیت چھائی جھکا جو نہ ہوئیں جب نظریں ساحرِ طور ہے کیا رنگ فریبانہ ترا

آڑ میں جلووں کی یہ آنکھ مچولی کب تک تجھ سے بیباک کو ، اک حیف ہے چھپنا ترا

نت نئے روپ ، نئے رنگ ، نئی کیفیت ہے بہرحال یہ اندازِ وجودانہ ـــ ترا

نہ ہی مجھ سے نہ مل ، میرے نہ ملنے والے یہ بتا کونسی منزل پہ ہے کاشانہ ترا

کیا ترے چال و چلن سے نہیں واقف کشفیؔ

چھپ بھی سکتا ہے یہ اندازِ فریبانہ ترا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

اس درجہ ہے وہ ہر رگِ جاں سے قریب تر ۲۵ رہتی ہے ضو سے روشنی جیسے قریب تر

یہ حال ہے یہ اُن کی ہماری ہے کیفیت رہتے ہیں جیسے تار سے نغمے قریب تر

ہم اُن میں ہیں وہ ہم میں ہیں ایسے گھلے ملے جیسے کہ پتلیوں سے نظر ہے قریب تر

راز و نیاز اُن کے ہمارے عجیب ہیں رہتے زباں پہ بول ہیں جیسے قریب تر

ہم کیا بتائیں اُن کے ہمارے معاملے ہم اُن کے ہیں قریب وہ ہم سے قریب تر

ہونے لگا ہوں دور میں کچھ اپنے آپ سے پانے لگا ہوں ان کو جو اپنے قریب تر

وحشت میں جب جنوں کی حدوں سے گزر گیا پھر منزلیں ہوئیں مری مجھ سے قریب تر

اب اُن کا اور میرا ہے یہ ربطِ زندگی رہتی ہے موج ، بحر سے جیسے قریب تر

کشفیؔ ! کسی کا جلوۂ ذوقِ شعور ہوں ـــ ہاں

رنگِ معیت ، ایسی ہے مجھ سے قریب تر

عشق نے دھوم مچایا رے لوگو ۲۶ مجھ کو تماشہ بنایا رے لوگو!
کھو گئے سدھ بدھ ہو گئے بے خود بات کچھ ایسی سنایا رے لوگو
آپ ہی کایا، آپ ہی مایا کون پھر اپنا پرایا رے لوگو
ارض و سما جب خوش نہیں آئے خود ہی وہ مجھ میں سمایا رے لوگو
سوکھی ندی میں ناؤ چلایا کیسا وہ جادو جگایا رے لوگو
آپ ہی جاری آپ ہی ہاری آپ پجاری کہایا رے لوگو
گورکھ دھندا اس کا سمجھ میں نہ آیا نہ آیا نہ آیا رے لوگو
بھول بھلیاں بن گئے کشفی
کھیل وہ ایسا کھلایا رے لوگو

۲۷

وہ بھی ہے میرے ساتھ میں بھی ہوں اسکے ساتھ ساتھ
بات یہ مختصر سی ہے ذات و صفات ساتھ ساتھ
شخص میں عکس، گل میں بو، لذت زباں میں ہے جوں
ایسا میں اسکے دم کیساتھ، ایسا وہ میرے دم کیساتھ
دریا نہ موج سے جدا، شمع نہ غیر روشنی،
کیفیت ہے جوں شراب میں ایسا ہے روح و تن کا ساتھ
اپنا خود آپ ہے ظہور، اس کو نہ قید قرب و دور،
جیسے شعاع و آفتاب، ایسا وجود کے وہ ساتھ

آپ ہی آب و نقشِ آب، آپ ہی نغمہ و رباب
جیسا کہ چاند، چاندنی۔ ایسا ہمارا اس کا ساتھ
ایک کہیں تو ہے نہیں کہئے جو دو تو شرک ہے
ہو گا نہ کچھ، نہ تھا، نہ ہے، ہے وہی آپ اپنے ساتھ
وہ میرا عین، اس کا میں کشفی ہے وہ ذات میں صفت
اس طرح میں ہوں اس کے ساتھ اسطرح وہ ہے میرے ساتھ

۲۸
واعظ وہ تری آنکھ وہ پہچان نہیں ہے
رندوں کو برا کہنا تری شان نہیں ہے
میں پڑھ کے سقاہم پی لیتا ہوں ساغر
مے نوشی میری مخلِ مسلمان نہیں ہے
اک کیف خودی نے مجھے یوں کر دیا بے خود
میں ہوں یا نہیں یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے
فرمانِ انا سرہٗ بس پیش نظر ہے
کیا میرے لئے یہ سرو سامان نہیں ہے
مسجودِ ملائک ہوں میں جس رنگ میں بھی ہوں
شاہد میری اس بات پہ قرآن نہیں ہے
میں شر بھی نہ کرتا تو مرادہ بھی تو شر تھا
واعظ! تری باتوں میں کوئی جان نہیں ہے
صد شکر کہ دیباچۂ رحمت ہے مرا شر
کیا میرے لئے حاصلِ ایمان نہیں ہے
عنوانِ علیٰ صورتِ رحمان وہ میں ہوں
کیا احسنِ تقویم مری شان نہیں ہے
ہم ہیں یا بھی تو کفارۂ توحید ہیں کشفی
مومن وہ نہیں جسکو یہ عرفان نہیں ہے

۲۹
کچھ بندگی کے رنگ میں ایسا بنے ہیں ہم
حسنِ پسند جیسا تھا ویسا بنے ہیں ہم

اب کیا بنے گا کوئی کچھ ایسا بنے ہیں ہم — اپنی نظر میں آپ تماشہ بنے ہیں ہم

بننا بنانا آپ کا یہ بھی عجیب ہے — بندہ نواز آپ تو بندہ بنے ہیں ہم

کہیے تو فخرِ احسنِ تقویم ہے کسے — جیسا بنایا آپ نے ویسا بنے ہیں ہم

یکسانیت سا ہم میں اور اُن میں ہے میل جول
کشفی بشریت ہے جو پردہ بنے ہیں ہم

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

۳۰

کسی کی حسنِ تمنائے دل پذیر ہوں میں — امینِ بارِ امانت وہ دل پذیر ہوں میں

وہ مالا مال ہوں ہمسر نہیں مرا کوئی — سیاہ کاری پہ غرہ ہے وہ امیر ہوں میں

تو شانِ لیس کمثلہٖ میں بھی یکتا ہوں — اگر تو برتر و اعلیٰ تو اک حقیر ہوں میں

ہے خمسۂ بشر کا تو مالک تو میرا ذکر ہی کیا — تری ہی ذات کا اک وصفِ بے نظیر ہوں میں

توئی ہے جاری و ساری، توئی محیط و محاط — کہ سر پرستی میں تیری وہ اک اسیر ہوں میں

یہ ملتی جلتی نہیں مجھ سے کیا تری صورت؟ — تو شخص اور ترا عکسِ بے نظیر ہوں میں

نہ دوسرا ہے کوئی تو، نہ دوسرا کشفی
تری صفت ہوں ترے نور کا خمیر ہوں میں

۳۱

لپک کے میخانہ لئے جاتا ہوں میخانے سے — ضبط چھلکے نہ کہیں صبر کے پیمانے سے

ہر سرِ عرش بھی خم جب میں جھکا دوں مینا — رحمتیں چاہوں تو چھلکے مرے پیمانے سے

سترِ ظلمت میں یہ کون، یہ رنگا رنگی، — غیر ہو جاتی ہے اک منہ سے نکل جانے سے

کفر و ایمان کی اس ضد کا خدا حافظ ہے — راستہ رند کا کعبہ سے نہ بتخانے سے

خواہ کعبہ ہو کلیسا ہو، صنم خانہ ہو — بندگی ٹھہری تو پھر کام ہے جھک جانے سے
یہ تنزل ہیں، احتمالاتِ وجوبِ ذاتی — دیکھ نادان نہ کسی شئے کو بھی شئے پانے سے
عظمتِ عرش بھی کچھ واعظِ ناداں نہ سمجھا — جسکی تعمیر ہے اک ذرۂ میخانے سے
رقص پر آؤں تو عالم کو ہلا دوں ساقی — بات ہوتی ہے پتہ کی ترے دیوانے سے

حضرتِ کشفی بھی ہیں جبہ و دستار کے ساتھ
باسبو، جام بکف نکلے ہیں میخانے سے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

خمسہ

حق ہے حق کا کلام بسم اللہ ۱ — قابلِ احترام بسم اللہ
ہر نفس فیضِ عام بسم اللہ — دو جہاں کا نظام بسم اللہ
ہے یہ توحیدِ عام بسم اللہ

یہ کرشمہ ہے میمِ احمد کا — لے کے وہ روپ بے کے نقطے کا
لام الف پر قیام ٹھہرایا — بہ سرِ شوق وجد میں بولا
حق تعالیٰ کا نام بسم اللہ

راگ وحدت احد نے جب گایا — رنگ لایا ہے رنگ کثرت کا
عالمِ امر سے وہ جب گزرا — آپ اپنی مثال کہلایا
عبد و رب لاکلام بسم اللہ

احدیت ذات، الٰہیت رحمٰن — اور کثرت سے رحمیت کی شان
واجب و ممتنع وہی امکاں — یہ ادا یہ ظہور ہی سبحان

اول آخر تمام بسم اللّٰہ

کن سے فیکون میں جب قدم رکھا — لب پہ کشفی تھا لفظ بسم اللّٰہ
راستہ طے کیا وہ چھ دن کا — جیسا بننا تھا بن گیا ویسا

کیا بنایا ہے کام بسم اللّٰہ

سرِ قرآں یہی ہے بسم اللّٰہ ۲ — کھیل ہے سب یہ بے کے نقطے کا
میم احمد یہی تو ہے نقطہ — اس کی اشکال اور بھی ہیں جدا

اسی نقطے سے ہے ظہور و خفا

نفی جب اپنی کی تو یہ پایا — عکس لا کا الٰہ میں دیکھا
شکل الّا نے ال کا روپ لیا — اولیں آخریں یہی ٹھہرا

کھیل ہے یہ تمام نقطہ کا

بے، بنا اور بے سے یہ نقطہ — بن گیا بھید معنی کن کا،
یہی صغرا ہوا یہی کبرا — یہی نقطہ ہے تختِ تن کی بنا

اسی نقطہ میں ہے شبِ اسرا

یہی نقطہ العین سے آدم کا — کہیں بندہ بنا کہیں مولا
لے کے رنگِ خفی کا سراپا — ملکِ تن میں ظہور ہے پایا

دی صدا لا الٰہ الّا اللّٰہ

اپنی وحدت سے جب وہ گھبرایا — جامۂ کثرت کا خود پہن آیا

جلوہ گر اس میں ہو کے بے سایہ — بن گیا جب وہ محوِ نظارہ

دی صدا کے فثم وجہ اللہ

قابَ قوسین سے جو چل نکلا — سب کی نظروں میں چھپ کے بے پردہ

عرش سے لامکاں میں جا پہنچا — ایک ہی آن میں پلٹ آیا

شاہدِ حال ہے کلام اللہ

گر کہوں بھی تو کفر کا فتویٰ — نہ کہوں بھی تو ہے یہی خدشہ

شکلِ ھُو ہے حقیقت اللہ — بات کشفی یہ دم سے ہے پیدا

خارجاً ھو تو داخلاً اللہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابو لبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

معمور ہوئی جب بزم الٰہ ۳ پھر بادۂ لا کا دور چلا

ہر مست ہے مستِ فنا فی اللہ — ہر سمت صدا ہے ھُو اللہ

ہوں مستِ شرابِ الا اللہ

پھر غنچۂ باغِ الست کھلا — پھر مہکی شمیم قالو بلیٰ

ہر سمت فثم وجہ اللہ — حق لا الٰہ الا اللہ

ہوں مستِ شرابِ الا اللہ

ہست نیست میں دونوں صورتِ لا — لا لاصورت ہے صورت لا

یہ معنیٔ کن ہے الا اللہ — اب غیر کہاں، بندہ مولا

ہوں مستِ شرابِ الا اللہ

لا معنیٰ ہے یہ معنیٔ لا ہے عین کلیمِ کلام اللہ
یہ سلب و ثبوت ہے صورتِ اِلّا ہاں ما فی قلبی غیر اللہ

ہوں مستِ شرابِ اِلّا اللہ

اس لا کا لا سے راز کھلا لا شکلِ اَنا مِن نورِ اللہ
مِن نورِ وجودِ صفات اللہ یہ جلوۂ لا !! اللہ اللہ

ہوں مستِ شرابِ اِلّا اللہ

حد اور انحد کی حد ہے لا لا ذات، صفت قُل ھُو اللہ
یہ لا ہے احد اور احد اللہ یہ صورتِ لا !! اللہ اللہ

ہوں مستِ شرابِ اِلّا اللہ

لا ہو کر پایا حقیقتِ لا کشفی جی گرو سے بھید ملا
ہر سانس جپو لا کی مالا، پی پی کے کہو پیمانۂ لا

ہوں مستِ شرابِ اِلّا اللہ

اے پپیہا تو پی پی ہے کیوں کہہ رہا ۴ رٹ ہے کس کی تجھے یوں جو چلّا رہا
کس کی فرقت میں حالت ہے تیری تباہ تو جدھر کر نظر ہے ادھر ہو نگاہ

اللہ، اللہ اللہ، اللہ

ڈھونڈتا کیا ہے کس کی تجھے جستجو وہ تو گھر میں ہے پھرتا ہے کیوں کو بہ کو
وہ گھر کے خودی کو ذرا دیکھ تو پھر نظر آئے گا تجھ کو بس تو ہی تو

اللہ، اللہ اللہ، اللہ

بیعتِ پیرِ مُغاں سے مشرف ہو تو، مئے کو پی، پھر رہے گی تو کرے گا وضو
میکدے ہی میں پڑھ لے نمازِ ہو، دے صدا محویت میں تو ہو کر محو

اَللہ، اَللہ اَللہ، اَللہ

دے گواہی شہادت کی ہے وحدہٗ، صدق دل سے تو کہہ لا شریک لہٗ
یہ مقامِ فنا ہے سمجھ عبدہٗ، ہو کے یکسو نظر کر تو پھر چار سو

اَللہ اَللہ اَللہ اَللہ

حق کا فرمان ہے کر ذرا غور تو، ہے اَلْاِنسان سِرِّی اَنَا سِرُّہٗ
ہے یہ قال الرسول عرف نفسہٗ، رَاَیْتُ رَبِّی بِرَبِّی عرف ربہٗ

اَللہ، اَللہ اَللہ، اَللہ،

وَہُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا دیکھ تو، وہ تو آئینہ سا ہے ترے روبرو
فَاذْکُرُونِی وَاذْکُرُوا، کی ہے گفتگو، جلوہ گر اپنی صورت میں ہے ہو بہو

اَللہ، اَللہ، اَللہ، اَللہ،

اب مٹا غیریت اور ذرا دیکھ تو، ذات مِنْ حَیْثُ ہُوَ ہُوَ، انا عبدہٗ
میں و تو کی تو، کشفی نہ کر گفتگو، دیکھتا جا ادھر اور ادھر • تو ہی تو

اَللہ، اَللہ، اَللہ، اَللہ،

نفی و اثبات کے جھگڑے سے جو آ جاں نکلا ٥ آرزو میری بر آئی مرا ارماں نکلا
لا اِلٰہ سے مرا کام بنایا نکلا، شرک اور کفر کی ظلمت سے جو عریاں نکلا
الّا ھو میں عجب مہرِ درخشاں نکلا

نکتہ کہتا ہوں تو کیا راز ہے اِس نکتہ کا — میم احمد میں کا ہے جو کسی نے سمجھا
جانتا ہے وہی کچھ حالتِ صغرا کبرا — کس کو بندہ میں کہوں کس کو پکاروں مولا

برہمن شیخ تو کافر بھی مسلماں نکلا

ہو گیا خود میں جو گم خود ہی میں خود کو پایا — صاف کرنے سے بڑھی آئینۂ دل کی جلا
اب سوا میر یہاں کون ہے میرے جیسا — رازِ سربستہ کہوں کیا قدِ بے سایہ کا

رنگِ کثرت میں بھی وحدت کا یہ ساماں نکلا

کیا ہوا میں نے اگر دم کی حقیقت سمجھا — دم کو آدم جو کہا میں نے، کیا میری خطا
دورِ ناسوت کجا، منزلِ لاہوت کجا — ہے یہ کایا پلٹ ایسی کہ مرا ذہن رسا

میزباں بن کے چلا صورتِ مہماں نکلا

کبھی آئینہ کبھی عکس کبھی شخص بنا — رب کہیں عبد کہیں حالِ حقیقت ہے یہ کیا
اتحاد اور حلول اس کو نہیں جب سے ملا — بوئے گلشن ہے چلا صورتِ صحرا ہے جدا

شعبدہ گر تو عیاں ہو کے بھی پنہاں نکلا

میں جو نابینا تھا سب کہتے تھے مجھ کو بینا — آئی بینائی تو ہر ایک نے سمجھا اندھا
کوئی سمجھائے تو ہر بات میں یہ کھٹکا گیا — اس کشاکش سے نکلنا مجھے دشوار ہی تھا

اور نکلا بھی تو باحالِ پریشاں نکلا !

شرک کیا چیز ہے یار کہوں یا نہ کہوں — صاف گر کہہ دوں تو کہلاؤں گا پاگل مجنوں
بات جب یہ ہے تو پھر کیوں نہ میں خاموش رہوں — میرا عالم ہے یہ کشفی ہے نا داں مجنوں

جس نے دیکھا مجھے وہ صاحبِ عرفاں نکلا

—

لزومِ احدیت تنویرِ وحدت بن کے تم چمکے ۱۰ بہ شوقِ خود نمائی حسن و صورت بن کے تم چمکے

کچھ ایسی اپنی یکتائی میں کثرت بن کے تم چمکے بہ رنگِ غیریت اپنی شہادت بن کے تم چمکے

نرالی شان سے کیا شانِ قدرت بن کے تم چمکے

کچھ ایسی گلشنِ کُن میں الستُ کی بہار آئی سجی پھر محفل لیکن بہ حسن جشن آرائی!

مہک کر ہر کلی قالو بلیٰ کی راگنی گائی گلوں سے کھنچ کے ساغر میں مئے دو آتشہ آئی

خمار آلود کیفِ ابرِ رحمت بن کے تم چمکے

کچھ ایسے اپنی یکتائی کی تنہائی سے گھبرائے یکایک بے تحاشہ ہو کے کچھ یوں رنگ پر آئے

تم اپنی خود نمائی کے چلن کچھ ایسے دکھلائے بہ شکلِ پیکرِ خاکی تنزل اپنا فرمائے

ہوئے کچھ بے حجاب ایسے کہ فطرت بن کے تم چمکے

عبودیت کے رنگ و ڈھنگ میں کچھ تم رہے ایسا یہ حسنِ سادگی کیا بن گئی رنگین اک دھوکا

الوکھا پر تکلف تم نے ایسا شعبدہ کھیلا ہوئے بے پردہ تم ایسے کچھ ایسا ہو گیا پردہ

کچھ ایسا چھا گئے ہر شئے پہ حیرت بن کے تم چمکے

فرشتوں نے اگر سجدہ کیا تو کس کو کیا سجدہ کیا ہے اشرف المخلوق کو مخلوق نے سجدہ

اگر ہے ذات کا سجدہ تو مسجودِ ملائک کا تمہارا کیوں نہ ہو فخرِ رسل پھر مرتبہ اعلیٰ

جبینِ حضرتِ آدم کی قسمت بن کے تم چمکے

شبِ معراج نے ایسا مٹایا فرقِ غیریت بہ ذاتِ خود حقیقت آپ تھی اپنی عبودیت

کہ جیسے آپ کی اور نقشِ آبی کی ہے صورت یہ رفعت یہ عروجِ بندگی یہ شان یہ شوکت

جو پیشانیِ آدم میں امانت بن کے تم چمکے

خدائی میں تمہاری مصطفائی بھی تھی اک نسبت نہ یہ پایا رسولوں کا نہ تم سے کوئی بڑھ چڑھ کر

الوہیت میں تم یکتا، عبودیت میں تم بہتر — حقیقت ہے کہ تم سارے نگینوں میں ہو یکتا اک جوہر
چھپنے تاروں میں ایسے ماہِ طلعت بن کے تم چمکے

یہ میں کیسے کہوں گا ہیں مرے سرکار بے سایہ — اگر تنویر ہیں سرکار تو تصویر ہے سایہ
کہ الانسان سری کیا نہیں انساں کا سر ملیہ — محمد جان ہیں اور تم ہو بہ شکل جسم میں سایہ
قل الروح من امر ربی کی صورت بن کے تم چمکے

کہ آدم یوسف و موسیٰ و عیسیٰ یوں تو سب آئے — نہ کچھ تھی بے ضرورت اور نہ کوئی بے سبب آئے
مسلّم سب کو آنا تھا وہ لے کر امرِ رب آئے — مرے سرکار جب آئے تو لے کر رب کا مطلب آئے
کچھ ایسے یا محمد اکمل حقیقت بن کے تم چمکے

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

حسینوں کا سرتاج ہے وہ حسیں ہے ۱۱ خدا ناز بردار وہ نازنیں ہے
کوئی اس کا دو جگ میں ثانی نہیں ہے — یہ مانا کہ وہ لامکاں کا مکیں ہے
مگر میرے دل میں وہ مسند نشیں ہے

بھلے اور بُرے سب ہیں ان کو پیارے — ہے دونوں جگت میں انہیں کے نظارے
ہم ان کے ہیں بندے وہ مولا ہمارے — یہ ہیں کھیل آپس میں ان کے ہمارے
میں غائب جہاں ہوں وہ حاضر وہیں ہے

ہے کچھ بات ایسی کہوں کیا کسی سے — کہ سننے سے جس کے اڑے ہوش ایسے
کہیں بے حجابی نہ بڑھ جائے حد سے — نہ میں دور ان سے نہ وہ دور مجھ سے
میں نزدیک ان کے وہ میرے قریں ہے

کہو تو کروں کیا بیانِ عرفنا — رجا خوف کے گھاٹ سے پار اترنا

مقام ادب ہے تو خاموش رہنا — اگر فرق ہے ان میں مجھ میں تو اتنا

تماشائی ہوں میں اور وہ خلوت گزیں ہے

ابجی کون ہیں آپ سوچو، بچارو! — نہیں تو کسی صاحبِ دل سے پوچھو

سبق اپنا بھولا ہوا یاد کر لو — نہیں دوسرا کوئی کشفی سمجھ لو

ہمیں ہے ہمیں ہے ہمیں ہے ہمیں ہے

تم سا نہ کوئی اور مجھے دوسرا ملا ۱۲ ملنے سے آپ کے مجھے جو کچھ ملا ملا

میں کیا کہوں کہ آپ کے ملنے سے کیا ملا — دنیا ملی، جہان ملا، مدعا ملا

تم کیا ملے ہو مجھ سے کہ میرا خدا ملا

قسمت سے ہجر یار میں تحفہ نیا ملا — جو مدعائے دل تھا وہی مدعا ملا

نالوں سے بیقراری دل کا مزہ ملا — میں کیا کہوں کہ آپ کی الفت میں کیا ملا

بھولا جہاں کی لذتیں ایسا مزہ ملا

بے چین بیقرار بہ آہ و بکا ملا — ہاتھوں سے دل کو تھام کے روتا ہوا ملا

ہر اک سے لاپتہ کا پتہ پوچھتا ملا — عاشق کا تیرے دشت میں اتنا پتہ ملا

دامن کہیں ملا کہیں بند قبا ملا

رنج و ملال، شکوہ گلہ بھی کیا نہیں — اک لفظ اُن کے سامنے میں نے کہا نہیں

لیکن وفائے یار میں خوئے وفا نہیں — دل سے تو ایک بار بھی مجھ سے ملا نہیں

ملنے کو یوں تو راہ میں وہ بارہا ملا

رسمِ وفا یہی ہے کہ تو بے وفا نہ کہہ — ان کی جفا کو ناز سمجھ تو جفا نہ کہہ

عاشق سمجھ کے اپنے کو کچھ بھی ذرا نہ کہہ
اُن کو ہمارے سامنے واعظ برا نہ کہہ
پردہ میں ان بتوں ہی کے ہم کو خدا ملا

دستِ طلب دراز ہو دامن سنبھال لے
سر رکھ کے پائے ناز پہ کچھ اُن سے مانگ لے
کچھ دل کے حوصلے دلِ مضطر نکال لے
حسرت نصیب آج تمنا نکال لے
مدت کے بعد آج تو وہ دلربا ملا

آئینہ دیکھ رہ گئے حیران ہو کے وہ،
ہم شکل اپنا پا کے، پریشان ہو کے وہ
کشتی بستم کے منہ کو تکتے ہیں انجان ہو کے وہ
اختر سے شکر ہے کہ پریشان ہو کے وہ
ہر اک سے پوچھتے ہیں محبت نما ملا

۱۳
جو رندوں نے شیشہ گلابی اچھالا
تو تسبیح کو شیخ نے توڑ ڈالا
برہمن بھی زنار اپنا اتارا،
مٹا کعبہ ظلمات چمکا اُجالا
نظر آگیا جلوۂ حق تعالیٰ

مجھے شرم آتی ہے زاہد کہوں کیا
میں ہوں رند مشرب شرابی بلا کا
میں ثابت قدم اپنی میانہ روی کا
یہی ہے عبادت یہی میرا تقویٰ
مگر لوگ کہتے ہیں اختر والا

تو اے واعظا! جانے کیا کیف و مستی
ادھر دیکھ آ، لذتِ مے پرستی
جو اک بوند پی لے تو کھل جائے ہستی
پیا اس کو جس نے بلندی نہ پستی
وہی ایک حالت میں یکتا نرالا

الٰہی! میں وہی ہوں ظلوماً جہولا
وجودِ عناصر ہوں مٹی کا پتلا

تمہیں نے فرشتو! کیا مجھ کو سجدہ — میں عالی مراتب ہوں برتر و اعلیٰ

وہی ہوں میں بارِ امانت سنبھالا

عطا پر اُسے ناز مجھ کو خطا پر — اُسے خیر زیبا مجھے ناز شر پر

بھروسہ ہے کشتی اسی کے کرم پر — میں گم کردۂ راہ وہ میرا رہبر

بڑا مہرباں ہے خداوند تعالےٰ

کیا مست ہے متوالا نرالا مرا دل ہے ۱۴۲ — وہ چاند مدینہ کا تو ہالہ مرا دل ہے

کیا بارِ امانت کو سنبھالا مرا دل ہے — گھر عشقِ رسولِ عربی ﷺ کا مرا دل ہے

اے اہلِ نظر عرشِ معلیٰ مرا دل ہے

ہے آٹھوں پہر سامنے سرکارِ مدینہ ﷺ — دل حج و زیارت سے مرا سیر ہے دائم

پھرتا ہوں میں اب اس کے سوا اور بھلا کیا — ہر لحظہ میسر ہے مجھے قرب انہیں کا

وہ دل میں بسے اور کعبے کا کعبہ مرا دل ہے

سب کھل گئے جو کچھ بھی نہاں ہیں یہ راز تمہارے — تم لاکھ چھپو دیکھتے ہیں دیکھنے والے

پا جاتے ہیں وہ تم کو جو ہیں چاہنے والے — کیا جانے کوئی جانتے ہیں جاننے والے

اسرارِ حقیقت کا خزینہ مرا دل ہے

سمجھا ہی نہیں آپ نے کچھ اس کا خلاصہ — ہے شوق بہت کچھ تمہیں ربِ اَرِنی کا

ظاہر کہیں ہو جائے نہ یہ راز تمہارا — جاتے ہو سرِ طور عبث حضرتِ موسیٰ

کہتے ہیں جسے طور وہ گویا مرا دل ہے

جس دم ہوا غائب اُسے حاضر وہیں پایا — ہے آٹھوں پہر میرا یہی کھیل تماشا

اب اس کے سوا یاد نہیں اور کہوں کیا — لا میں جو ہوا گم تو الٰہ میں در آیا

تصویرِ الٰہ کا سراپا مرا دل ہے

مذہب ہے نہ ملت ہے نہ میں گبر مسلماں — ہے شیشہ و پیمانہ و مستی مرا ایماں

اپنی ہی پرستش میں کیا کرتا ہوں ہر آن — ہوں رند پیا کرتا ہوں مے بادۂ عرفاں

ہاں بادہ و پیمانہ و صہبا مرا دل ہے

کہنے سے جھجکتا ہوں کہ ہے بات کچھ ایسی — اپنے ہی کو پاتا ہوں میں ہر دم بہ کمالِ کشفی

یہ میری ہی صورت ہے جسے کہتی ہیں تشبیہ — آئینۂ قدرت ہے یہ دل، دیکھ کے تحقیقی

تنزیہ میں ہر صورتِ معنیٰ مرا دل ہے

صمٌ بکمٌ ہو جا یار ۱۵۰ — پایا ہے تو دم مت مار

سب میں کھلی ہے اس کی دھن — جس میں کر کوئی پاپ نہ پُن

سب میں کھرا ہے یہ بیوپار — پایا ہے تو دم مت مار

جان کے یوں ہو جا انجان — جیسا کوئی ہے اک نادان

دیکھ نہ ٹوٹے دم کا تار — پایا ہے تو دم مت مار

سب میں نرالی پریت کی ریت — راگ انوکھا نرمل گیت

نام نرنجن تیرے تار — پایا ہے تو دم مت مار

تیل بہے تو موتی رول من کو بیچ کے اس کو مول ،
کشف نہ کیسا نقد ادھار پایا ہے تو دم مت مار
صُمٌّ بُکمٌ ہو جا یار !

★

اُڑا کر لے گئی دل کو کسی کی چشمِ مستانہ اسی مستی کے ادنیٰ سے اثر کا میں ہوں دیوانہ
سمجھتا ہوں نگاہِ عشوہ گر کو پھول کا پیمانہ نظر جب سے لڑی کہتا ہوں میں اپنے کو بیگانہ
دلِ صافی، مکاں ہے جلوۂ جاناں کا کاشانہ

نہیں آساں اے دل طالبِ دیدارِ ہو جانا نہیں ممکن بجز فرقت کہ وصلِ یار ہو جانا
سکھا دے اے پری رسوا سرِ بازار ہو جانا مجھے آتا نہیں ہے کافر و دیندار ہو جانا
بتا دے بتکدہ میں کعبہ تو کعبہ میں بتخانہ

تمنائے وصالِ یار میں بے موت ہی مرنا فراقِ یار میں سینے پہ پتھر صبر کا دھرنا
زباں سے شکوۂ بیداد کا شکوہ نہیں کرنا تجھے لازم نہیں اے عشق ٹھنڈی سانس تک بھرنا
بہت نازک سے نازک تر ہے یہ انمول پیمانہ

نہ ذکرِ کاوشِ دل ہو نہ فکرِ بیقراری ہو نہ آہِ سرد ہو لب پر نہ خوں آنکھوں سے جاری ہو
ہر اک جنبش ہر اک جذبہ ترا بے اختیاری ہو دہانِ زخمِ دل سے بھی صدائے فضلِ باری ہو
جلا کر شمع کو پھر دیکھ یہی بے حالِ پروانہ

عرفنا کے بیاں کو نا سمجھ مانے تو کیا مانے کسی کو خاک وہ جانے جو اپنے کو نہیں جانے
اگرچہ ایک ہی صورت کے ہیں تسبیح میں دانے مگر سب میں وہی کا لکھا ہے جو اپنے کو پہچانے
کھری باتیں بیاں کرنے سے کب رکتا ہے فرزانہ

سمجھتا ہوں کہ یہ معنیٰ نہیں ہے عشق کا چرچا کہ بجتا دونوں عالم میں ہے جسکے نام کا ڈنکا

نہیں ادراک سے باہر، اگر سمجھا تو یہ سمجھا — رموزِ عاشقاں ہے بھید یہ، نکتہ کا ہے نکتہ

کسی ہشیار نے مجھکو بنا ڈالا ہے دیوانہ

خدا سے ہی بلایا کس نے، کس کو، کیا معمہ تھا — وہاں پر کون تھا مطلوب، طالب کون تھا، کس کا

مقابل آئنہ رو کے کھڑا تھا آئنہ سیما — عجب یہ رازِ پنہاں ہے، سمجھ میں ہی نہیں آتا

کہوں گا میں جو اے کشفیؔ کہیں گے لوگ دیوانہ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

پہنچے معراج میں جب رسولِ خدا — بہرِ تعظیم حاضر تھے سب انبیاء

ملہمِ غیب کے لب پہ تھی یہ صدا — آگیا آگیا، نورِ ربِّ العلےٰ

السلام علیک حبیبِ خدا!

جبرئیلِ امیں کی گزارش یہ تھی، — دن قیامت کا آئے گا جب یا نبی

پَر بچھا دوں گا پل پر میں اپنے سبھی — پار اتر جائے امت سبھی آپ کی

ہے یہی مدعا، مدعا، مدعا

دیکھو، دیکھو، مصطفیٰ کی یہ ہٹ خدا — حق سے پروانۂ عفو لے ہی لیا

اس کی ہٹ پر ہے ساری خدائی فدا — بن گیا بن گیا کام بگڑا ہوا

مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا

جلوۂ خاص میں جلوۂ عام ہے — دیدِ بازو نظر کا یہاں کام ہے

اپنی آنکھوں میں پنہاں دلآرام ہے — کہ مقدر اسے چین آرام ہے

داخلاً خارجاً وہ گیا، آگیا!

رات، معراج کی تھی، عجب رات تھی — کیا کہیں کس سے کس کی ملاقات تھی

کفر ہے گر کہوں خدا لگتی — بات ظاہر جو ہے وہی مخفے
وحدہٗ ذات ہے محمدؐ کی — آپ کا نام سنتے ہی کشفے
پیار بے اختیار آتا ہے

★

فدا تیری بخشش پہ سب آن والے — فدا تیری صورت پہ ایمان والے
تری جستجو میں ہے سب جان والے — کرم کی نظر کچھ تو احسان والے
وہ اُمّی لقب ہے مرے قرآن والے

گئے جب سرِ عرش شاہِ نبوتؐ — ندا ہاتفِ غیب نے دی بہ رغبت
عیاں تجھ پہ سب کچھ ہے سرِ حقیقت — نہیں ہے نہیں اب مجھے تابِ فرقت
تو پردہ میں آ میرے قربان والے

•

پڑے ہیں سیہ کار سب تیرے پالے — چھپا لے تو کملی میں ان کو چھپا لے
غریبوں کا ماویٰ ہے تو کملی والے — ہر اک ملتجی ہے کہ مجھ کو بچا لے
ترے ہاتھ ہے لاج، احسان والے

وہ ہے سب کا سرتاج سب کا سہارا — مدینہ کا ہاشمی عرب کا وہ پیارا
اسی نے تو بگڑے ہوؤں کو سنوارا — وہی ہے وہی سب کی آنکھوں کا تارا
اسی پر تصدق ہیں ارمان والے

حبیبِ خدا، شاہِ دیں، اپنا سلطاں — خدا میزباں، وہ خدا کا تھا مہماں
اسی کو ملیں نعمتیں اور قرآں — اسی نے دیا ہے ہمیں درسِ عرفاں
وہی تو ہیں کشتی برباد ان داتے

جو کرتا ہے ذکرِ خدا چپکے چپکے
وہی ہو گیا باخدا چپکے چپکے

جو معراج میں حق کا دلدار آیا — یہ غل تھا خدائی کا مختار آیا
کہ دیکھو مدینے کا سردار آیا — یہی ہے یہی شانِ غفار آیا
جو عرش پہنچے رسولِ خدا چپکے چپکے

کہا حق نے "امت کا غم کھانے والے — نہ کر فکر او میرے ناز کے پالے
خدائی کیا اپنی تیرے حوالے — تو چاہے جسے اب اسے بخشوا لے
میں بخشوں گا تو بخشوا چپکے چپکے"

کہیں نورِ احمد خدا بن کے آیا — کہیں وہ حبیبِ خدا بن کے آیا
حسینوں میں وہ دلربا بن کے آیا — وہ مشکل میں مشکل کشا بن کے آیا
کسی کو کہیں مل گیا چپکے چپکے

تھی معراج میں دھوم عرشِ بریں پر — ملائک یہ کہتے تھے آتے ہیں سرور
ہے مشتاقِ دیدِ اخلاقِ اکبر — جمعِ انبیاء بہرِ تعظیم حاضر
سواری میں روح الاعلیٰ چپکے چپکے

وہ معراج والے ادھر دیکھ لینا — ادھر جانے والے ادھر دیکھ لینا!
یہ کہتا تھا ہر اک ادھر دیکھ لینا — مدینے کے پیارے ادھر دیکھ لینا!
یہ دیتا ہے کشتی صدا چپکے چپکے

★

۵۰

مال کھرا ہے یہ انمول
لے لے من کی آنکھیں کھول

پانچ حواس ہیں چھپے گن — چھ پاکھنڈ میں باندھ کے دھن
بیٹھ کے نظارہ کر سن — کہاں کا پاپ اور کہاں کا پن
سوچ سمجھ کر ہو جا گول

چھ ڈوری میزانِ عمل — رکھ نہ ذرا پاسنگ کا بل
یہ ہے گرو، کلمے کی کل — کر سودا ایمان کا، چل
ڈنڈی نہ مار برابر تول

اپنی خودی میں خود کو ٹٹول — ہو کے گم، سن اس کے بول
کلمے کا ہر ٹانکا کھول، — دیکھ نہ آئے اس میں جھول
ہو جا گم مم منھ سے نہ بول

رہ جائے گا ادھورا سا — غفلت سے کہیں جو چوکا،
نفس لٹیرا نہ دے دھوکا — پگ ڈنڈی کا ہے رستہ
لگے نہ ٹھوکر آنکھیں کھول

حد سے گزر حد پر رہ کر، — شوق کو کشتی کر رہبر
عشق کا رستہ یوں طے کر — قیدِ خودی سے ہو باہر
مستِ انا ہو راز نہ کھول

★

اسی کا عشق زباں پر طول پالا، کہ دوئی پہ ہے کچھ ایسا دو دھارا
کہ ہر اک زیست کو اس کا سہارا تعجب ہے ادھورا ہے نہ سارا
کچھ ایسا کھیل کھیلا ہے کھلاڑا

وہ اپنی آپ جب کثرت پہ آیا ہوا پھر نقطۂ اول سے نقطہ
ہوا ثانی سے پھر نقطہ ثلاثہ ہر اپنی شکل کو ہم شکل پایا
کہ سر تا پا کھنچا اک خط الف کا

رموزِ نقطۂ اول و سوم سے بہ شکلِ ل الف آپس میں باہم
بنا کر نقطۂ ثانی کو محرم کیا دونوں نے اپنا ربط قائم
تو پھر رخت سفر کن کا سنوارا

وہ جب اعیان سے اپنے کو دیکھا کیا فی الفور فیکون کا ارادہ
انا میں اپنی وہ مست انا تھا خودی کی انجمن تھی اور خدا تھا
وہاں پر ذکر کیا غیر خدا کا

مراتب خود کو جب کثرت نے دیکھا بہ ذات خود تنزل ہی پہ آیا!
کچھ ایسا مجملاً تفصیل پایا کہ آدم کو بنا کر دم کا سایہ
وہ حسن و عشق کا پھر راگ گایا!

اول نقطہ ہے لا دوم الٰہ سوم نقطہ ہی الا اللہ ٹھہرا
محمد نقطۂ اول سراپا، دوم شانِ رسالت کا خلاصہ
ہے سوم عالمِ ناسوت اللہ

یہ سوم ہی لباسِ عنصری ہے اسی کا نام تو دم کی پیری ہے

یہ گل پرندوں سے کھلے کے بکھری ہے یہ کشتیِ من عرف کی جا تری ہے
یہ صدقہ ہے بیابانی کا سارا

جو میں ایک خیر و شر کا ہوں بنا ہوا فسانہ تری رحمتوں کو جانے ملا کونسا بہانہ
مرے حال پر جو تیرا یہ خلوص مخلصانہ یہ عنایتوں کی حد ہے یہ کرم کا کچھ ٹھکانہ
کیا میں نے جب تصور ترا مسکراتے آنا

وہ ادائے بیحجابی تھی عجیب شوخیانہ ترا زیرِ لب تبسم تھا عجب کا ذرا
کہیں زلف تیری الجھے تو الجھ گیا زمانہ مری عاشقی کا نغمہ ترے حسن کا ترانہ
ہوا مست حسن کے عالم ہوا کیف میں زمانہ

مرے درد کا سہارا، مری زندگی کا حاصل تو رہے صدا سلامت میں نثار اے غمِ دل
کہ ہر ایک موڑ پر ہے مجھے اک سرورِ کامل تری جستجو کی عظمت کہ ہے عار حدِ منزل
رہِ شوق میں ذرا بھی ہے یقیں فریب کھانا

ترا عشق میرا مذہب ترا ہر خیال طاعت تری ہر ادا پہ مٹنا ہے یہی مری غنیمت
یہ کمال بندگی ہے یہی بندگی کی عظمت ترے نقشِ پا کے سجدے ہی یہی مری عبادت
مرا مرکزِ سکوں ہے ترا سنگِ آستانہ

کبھی آنکھ اپنی پُرنم کبھی خستہ اختلاج سا ہے ملی دردِ دل سے فرصت تو جنوں کا سلسلہ ہے
کچھ عجب کیفیت ہے کچھ عجب معاملہ ہے مرا اضطرابِ دل بھی انہیں ایک مشغلہ ہے
کہ ہے قابلِ پرستش یہ ادائے معصومانہ

یہ مری ہے سرفرازی کہ جو ہو گئی ہے نسبت مجھے لاکھ نعمتوں کی جو ملی ہے ایک نعمت

یہ ہے اُن کی مہربانی کشفیؔ کی کیا حقیقت ، کسی بارگاہِ عالی سے ہے ربط اک محبت

کبھی ذکرِ خیر اپنا، ہوتا ہے غائبانہ

لکھا محمدؐ اسمِ خدا نے اپنے نور کا ۸ ابرو حسنؑ حسینؑ آنکھ تو بینی ہے فاطمہؑ

ہیں با الیقین عینِ علیؑ علم کا بسا ہے شرحِ زلف لام الف نسخۂ والضحیٰ

خیر الامور اوسطہا، قد الف نما

صدق و صفا کے جامے کو پھر زیب تن کیا لے کر عصا وہ ہاتھ میں عدل و جلال کا

رخ پر نقاب حلم و حیا کا لیا ہوا دکھلا کے اپنی شانِ ولایت کا معجزہ

ہیں مصطفےٰ وجود، یہ خلفائے راشدو

لا شان سے خود اپنی حدوث و قدم بھی ہے موجود اسی نسبت سے وہ اپنی عدم بھی ہے

خود اپنی عبدیت سے الگ اور بہم بھی ہے جیسا کہ شخص و عکس کی نسبت بہم بھی ہے

اک بھول ہے نظر کی یہ دھوکہ ہے عقل کا

خود ہست بھی ہے نیست بھی نام و نمود بھی موجود بالوجود بھی شاہد شہود بھی

خوشبو خود آپ، آپ ہی گل کا نمود بھی جیسا کہ دم کے ساتھ ہے دم کا وجود بھی

باقی کہیں گے کس کو، کہیں گے کسے فنا

موحد کا گر قیام ہو واحد کے ساتھ ہو لیکن نہ ہو تعینِ زائد کے ساتھ ہو،

گر ہو بجمعِ ذات تو قائل بذات ہو توحید دل سے بھولنا کشفیؔ تو بات ہو

باقی بہ حق رہا، جو ہوا بے سر فنا

—

تجلیات کی دنیا تمہی ہر رہگزر دیکھا ۔ ترے جلووں کا عنواں کہیں مازاغ البصر دیکھا
کہیں ہر پل ابتداء و انتہا میں سربسر دیکھا ۔ فضائے گوشۂ دل میں تجھے جب جلوہ گر دیکھا
مری آنکھوں نے حیرت سے تجھی کو عمر بھر دیکھا

تری بخشش کا انداز بے خوف و خطر دیکھا ۔ ترے ایثار کا ہر ڈھنگ لامحدود تر دیکھا
تری شانِ کریمی کا ہر اندازِ دگر دیکھا ۔ توقع سے ترے فضل و کرم کو بیشتر دیکھا
مجھے شرم آ گئی دامن جو اپنا مختصر دیکھا

جو تیری بندگی دیر و حرم کا ذکر ہی کیا ۔ رموزِ دید میں یہ امتیازِ این و آں کیسا
تجھے موجود پا کر لیا مجھ کو جو کہتا تھا ۔ ترے سجدوں سے مطلب تھا مکان و لامکاں کیسا
نہ تیری رہگذر دیکھی نہ تیرا سنگِ در دیکھا

مقامِ بندگی سے میں گزرا ہوں نہ گزرا ہوں ۔ یہ ایثارِ محبت ہے جو میرے لیے موزوں
مزے کی بات ہے بندہ نہ تم رب نہ میں ہوں ۔ تمہارے سنگِ در کو کس طرح اب سنگِ در سمجھوں
جہاں سجدہ کیا میں نے جبیں کو عرش پر دیکھا

ترے جلوے میری نظروں کے منظر اکثر ۔ تجھے لیتے حسن کے انداز میں آئے ہیں چھپ چھپ کر
میں الطاف نہ زندہ تھا ایسا تجلیات کی زد پر ۔ تصور کی خدا کو ناز تھا جن کی تجلی پر
نظر والوں نے ان جلووں کو تا حدِ نظر دیکھا

کوئی کیا زندگی کرتا ملی ہی زندگی ایسی ۔ ندامت اس طرح گھیرے ہوئے تھی زیر و زبر کر
کہ رہنا تھا ہے ہر حال میں ثابت قدم عشق ۔ عجب منزل تھی اے سیماب اپنی منزل کی
نہ دم لینے کی فرصت تھی نہ بارِ سفر دیکھا

اک بات انوکھی ہے نادر

کیا خوب بنی ہے بارہ دری   نو در ہیں اسکے نو کھڑکی
قدم چار، اڑھائی گز لانبی   جیسے جچ رہے اسکے ساٹھ تڑی

دو ناٹ لگے ہیں چھت اندر

دروازے پہ حسن کے درباں ہیں   اک اس پہ خیال کا پردہ ہے
اور ان کارے کے اکھاڑا ہے   اور گھات میں نفس لٹیرا ہے

ہشیار کہیں لٹ جائے نہ گھر

کر شوق کو تو اپنے رہبر   دیدار کا توشہ ہمراہ کر
ایسا ہو مسافر باندھ کمر   یوں عشق کی منزل کو سر کر

اٹھ بھور بھیو ہے دور سفر

تو اپنے ہی تن کی ناؤ بنا   تو دم کی ندی میں اسکو چلا
اور من کے بھنور سے بیڑا اٹھا   طوفانِ خودی سے اسکو بچا

"لے نام گرو کا پار اتر"

اس محل میں اک سندر ناری   بڑی چنچل چاتر متوالی
پہرے کی ہیں جوڑا بھاری   چھپیں بنا دے تو نیاری

ہے رنگ رنگیلی شام و سحر

دیکھن کو ہے جو من للچائے   ہر اس کی ادا ہے من بھائے
سکھ کھٹ آر نہ ملے   جگے بھاگ کسو وہ ہاتھ آئے

ہر شے میں بسو ہے شام سحر

ست گرو نے فضل کرم کا پلایا پیالا — کشفِ حقیقت نے متوالا

جپتا ہے پیا بانی مالا — ہے نام رٹیا ہر پیالا،

تن مٹھ میں بنا کر من مندر

★

پچیسی چوگھٹ ہے گھر چار

بنی پھر گوٹیاں کلمے کی — رچی ہے پنجتنی بازی،

محمد صلعم، فاطمہ رض اور علی رض — حسین اور نام حسن کھیلی

او کھیلن والی ذرا ہشیار

نرد، چو رنگی عناصر کی، — ہے نوری ذات وہ کالی،

گلابی وحدت رنگ والی — ہری کثرت ہے ہریالی

ہے پیلی فیکن کا اظہار

خواص ہے پانچ پچیس گن — انوکھے درشن ہیں چھپے سُن

دہی کھیلے گا جو ہے ترگن — نہ اس کو پاپ ستا سکے پن

ہے دو میں دم کی یہ مارا مار،

یہ چہرہ گھر تو گرد کو جان — نرد تن ہے سمجھ تو کہنا مان،

چھٹا چہرہ تو ہے نادان — تم دم کے ہیں چھکے کا رکھو دھیان

کہیں ہو جائے نہ تیری ہار،

سکھی ری من کی ہلا کو تھی — ہے دس میں بازی رہی چھوٹی

نرد رہ جائے نہ بے توڑی — پریم کی پاو اگر چھوڑی

ترے سر کو کرہ ہے اور ہار !

ہے بازی تین میں تین تیرہ — ہے بارہ پلٹ پڑے بارہ
سنبھل کر چلنا ہے گھر سیلا — تو کہنا مان لے کشتی کا
تو ڈال اور چوا ہو جا پار

★

بت طناز ترک لالہ فام — بہر انداز سر تا پا خرام
بہر شوخی نو بیک نو نظام — بہر انداز لغزش صبح و شام
نگار نو العجب شوخی طراز — دائم فریب فتنہ کام
رخ زیبائے او کان ملاحت — بہ پیشش منفعل ماہ تمام
چراغ طور آں سیب زنخداں — خوشا بخت جبیں ماہ تمام
قبا چست و ادا پیکان ناز — دو ابروے تو خنجر بے نیام
صف گیسوئے مشکیں تحت شانہ — بہر یک پیچ و خم برہم نظام
نظر آلودہ مستی بہ مستی — دو چشم پر فسوں لبریز جام
بہر نقش قدم یک تجلی — بہر راہ گزر او جلوہ عام
نزول کن قبائے لاثانی — عظیم المرتبت ذی احترام
ترحم فی سبیل اللہ ترحم — کرم کن بندہ پرور نیک نام
سلام شوق اے عالی جناب — بہ لطف یک نظر حاضر غلام

غلامان غلام سید افضل
ذلیل و خوار ایں کشتی کے غلام

خالق وبندہ نواز وبندہ پرور بندہ گر

لاشریک ووحدہ اے موجد الخیر وشر

نو بہا را حدیت وجہ مسلم با الیقیں

پیکر تنز یہہ اے روح رواں نور البصر

منتہی العابدیں اے مرجع ذات وصفات

اے کریم کارساز و مالک خیر البشر

سطوت ذات مقدس شان رعب ذوالجلال

اے ضیاء مہر تاباں باعث شق القمر

مظہر ہستی لاموجود معنی وجود

اول آخر وظاہر باطن المختصر

مصدر فیضان لامحدود اسرار انا

اے لزوم ذات اقدس امر وامکان البحر

کشفی بے ساز وساماں مفلس وغربت نصیب

صرف او تکیہ کند بر ذات تو المختصر

بہ شکریہ حضرت خواجہ عبدالوحید صاحب المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

خالق و بندہ نواز و بندہ پرور بندہ گر ۔ لاشریک و وحدہٗ اے موجدِ خیر و ش…

نوبہارِ احدیت وجہِ مسلّم بالیقیں ۔ پیکرِ تنزیہہ اے روحِ رواں نورِ ال…

منتہی العابدیں اے مرجعِ ذات و صفات ۔ اے کریم کارساز و مالکِ بیت ال…

سطوتِ ذاتِ مقدس شانِ ربِ ذو الجلال ۔ اے ضیائے مہرِ تاباں باعثِ شو…

مظہرِ ہستی لاموجود معنیٔ وجود ۔ اول و آخر و ظاہر باطن المختص…

مصدرِ فیضانِ لامحدود اسرارِ انا ۔ اے لزومِ ذاتِ اقدس امرِ امک…

کشتیٔ بے ساز و ساماں مفلس و غربت نصیب

صرف اک تکیہ کہ ست بر ذاتِ تو المختصر

---

۱ ۔ آنکھ کی روشنی کا صاف پانی ۔

یا شہنشاہِ دوسرا دستے | بہرِ حسنین و فاطمہ دستے
اے فَاَوحیٰ تقربتِ قوسین | شانِ نجم اذا ہویٰ دستے
سرِّ اَسریٰ بعبدہٖ لیلاً | صاحبِ منزلِ دنیٰ دستے
جلوۂ عینِ ذاتِ احدیت | وجہ تخلیقِ ماسوا دستے
کشتیٔ من بہ صد عصیاں | غرقِ طوفاں محمدا دستے
حالِ زارم اسیرِ حیرانی | در غم و رنج مبتلا دستے
واعفعنا خطائے کشفی را
یا علیؓ بہرِ مصطفےٰ دستے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

آدمی یک محرم اسرار شد | بے خطا مجرم شد و بردار شد
جذبۂ ذوقِ انائے بے خودی | خود بخود رسوا سرِ بازار شد
صورتِ محرم و مجرم یک بود | منتہا بانگ انا بردار شد
گفت الانسان سری شانِ او | چونکہ انساں واقفِ اسرار شد
کیفیاتِ بیچگوں صورت بیافت | بالیقیں انساں مزاجِ یار شد
فہم کن تو کشفیا شانِ نزول
خود بخود بے کیف و کم اظہار شد

کسے کہ لغزشِ مستانہ وار می آید   غریقِ مستی و لے ہوشیار می آید
نویدِ فصلِ گلستاں شبابِ غنچہ و گل   برنگِ صورتِ بادِ بہار ، می آید
بیاں چہ شد کہ بہر دور تازہ کیفیت   مدام مست بہ رندانہ وار می آید
بغیرِ ساغر و خم جام و مینا و بادہ   بہر زلالِ نفس یک خمار می آید
بہ رنگ آمد و شد کشفیہ ادا بہ ادا
نگارِ بوالعجب و فتنہ کار می آید

ذوقِ تحریکِ تعلق بہ کلام دارد   معنیٔ صوت بہ ہر رنگ پیام دارد
بے حجابانہ روشِ فتنہ طرازِ شوخی   بہ ادائے بتِ طنازِ خرام دارد
لمعۂ عارضِ رنگیں بہ تجلیِ ماہ و مہر   خم و چمِ گیسوے او صبح و شام دارد
چہ بیاں گردم عدد زاہد کہ شعورِ مستی   ہر نفس با خبر و مست مدام دارد
بے چگوں بوالعجب غیب ہویت کشفی!
ہیچ نام نہ نشان نہ مقام دارد

دلم بردی ادائے فتنہ کارے   کنند وارفتہ و بے اختیارے!
سکوں مجروح گھائل ضبطِ نالہ   بہر اندازِ پیکاں دل فگارے،
لبِ زخمِ نہاں محوِ ترنم   بہ شد کیفیتِ دل باغ و بہارے
روشِ طنازِ یکے مستانہ شوخی   بہ لغزش گردشِ لیل و نہارے
زناں بانیٔ موجِ خیالِ رنگیں   مہر سر در گریباں شرمسارے

بہ الطافِ تو خود ساقیِ والا عطا آں کیفیت کن پر خمارے
نہد صیاد، در فتراکِ گیسو!
بالآخر مرغِ دل کشتی شکارے

بہ رنگِ آمد و شد طرزِ زیباکانہ می آئی بہر دم نو لباس شکلِ معشوقانہ می آئی
ادا المتاز رندانہ روشِ پر کیفیت شوخی بہر لحظہ بتِ عیار عیارانہ می آئی
نظر دزدیدہ طرزِ بے حجاب آئینہ رخسارے قبا چست و کمر بستہ عجب ترکانہ می آئی
عبادت گاہِ رنداں اے حریم طاقِ ابروئے کہ بر ہر سجدہ تحفہ جلوۂ جانانہ می آئی
منم آں خود پرستم رندم و میخوارم و مستم خوشا بر من سلامِ ساقیٔ میخانہ می آئی
[illegible] تلقین تم در گردش ادائے پاش شانِ بوالعجب مستانہ می آئی
خمار آلودہ چشم و دستِ ناز پاسہا لغزش
امام الوقت کشتی محفلِ رندانہ می آئی

کلیسا، مندر و بتخانہ، بت، صنم ہمہ اوست کہ شیخ و برہمن و معبد و حرم ہمہ اوست
ہمہ از اوست چہ معنی؟ ظہور و آمد و شد تو بر زبان نیاورد ذی فہم ہمہ اوست
ہمہ از اوست نہ گفت و شنید غنچہ ہمہ ایں سرِ ستر نہانست پس فہم ہمہ اوست
ہمہ از اوست ہمہ ذات ایں وجود و شہود صدائے ہر رگِ جاں زیر و بم فہم ہمہ اوست
منم ہمہ و منم اوست نہ از اوست منم چہ راز بوالعجب پس منم منم ہمہ اوست
حیات و علم و ارادہ، سمع بصر قدرت کلام و عقل و دل و جان و تن فہم ہمہ اوست

سہ ثلث یک الف آدم ثلثہ حا حوا ہی ! خوشا نزاکت انداز پیچ و خم ہمہ اوست
ہمہ و در ہمہ پنہاں و اوست پنہاں اوست
تو لب کشائی مکن کشفنا فہم ہمہ اوست

بہ لطفِ خود عنایت جام کردی | مرا عقل و خرد را خام کردی
سلامت باش تو لے عشقِ ناز | جز اک اللہ مرا گمنام کردی
خوشا رندی فدایت ننگ و ناموں | خوشا بخت بخیر انجام کردی
الف، لام، میم رمزِ عاشقانست | دریں سہ منزل قیام کردی
ظہورِ ذاتِ اقدس جملہ عالم
تو کشفی نا فہم بدنام کردی

قل ہو اللہ، صورت باللہ | سینہ لبریز الحب اللہ
احمد است عینِ ذاتِ احد | بالیقیں لا الٰہ الا اللہ !
اے شہ حسن ناز عشوہ گر | سرو قد مرحبا جزاک اللہ
چشم نازاغ شوخ فتنہ گرت | نظر دزد دل برد واللہ
بہرِ من زار یک نظر فرما | اے نظر باز فی سبیل اللہ
کنت کنزاً کے رازِ پنہانت | فاش میگو عشق تو دی واللہ
من سراپائے لا الٰہ ہستم | تو سراپا وجود الا اللہ
اے مدرسہ تو دل کن نیکن | بزم کونین انجمن آرا !

لا نماست معنی کششی

بہ کشد عقدۂ خفا واللہ

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولبیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

منم مستم و لیکن در خیالِ یار می رقصم — چشیدہ بادۂ حب بر سرِ بازار می رقصم

چہ گفتی آں بلا تو شم چوں رفتم سوئے میخانہ — صراحی، ساغر و مے، ساقی و خمار می رقصم

چہ پرسی تو مرا مستم مثالِ صورتِ اجمال — منم حلقہ بگوشم صورتِ پرکار می رقصم

منم جبروتِ اعلیٰ ظلِ ثانی شکلِ احمد — منم آں ذاتِ پاکم صورتِ اظہار می رقصم

چہ پرسی رازِ پنہاں ذرۂ مستور شد یکجا ہست — منم تنہا نیم واللہ بہم یار می رقصم

نمیدانم چہ کفر است من نمیدانم مسلمانی — بہ ہر دم گفتم دیا ہو بہ تکبیر یار می رقصم

منم کششی منم خود آئم کششی صورتم کششی!
بہ بو شد کسوتِ ناسوت من ہر بار می رقصم

حضرت خواجہ عبد الوحید المعروف ابولبیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

سراپا کنتُ کنزاً معنیٔ لا ظلِ یزدانی — توئی سرِ الٰہ یا محی الدین جیلانی رضی

خیالِ بیمثالی حسنِ بیچوں، شانِ یکتائی — سراپا شکلِ الا اللہ توئی محبوبِ سبحانی

رموزِ کن، نزولِ ذاتِ عبد القادری تو ہی — صفاتِ احمدِ بے میم توئی نفسِ رحمانی

تو جانِ جانِ جانانا ازل تو نازِ نازِ معشوقا — سراپا نازِ شانِ بوالعجب مطلوبِ لاثانی

توئی ماویٰ توئی ملجا توئی مقصد توئی مولیٰ — معاونِ بیکساں یا غوثِ اعظم قطبِ ربانی

گنہگارم پریشانم غریبم بیکسم زارم — کرم کن فی سبیل اللہ بحالم غوثِ صمدانی

ہمیں است قبلۂ دیں کعبۂ جاں مقصدِ کششی — بلا شک راست ایمانم توئی محبوبِ سبحانی

نہ کیوں دل ہو شبستانِ مدینہ ۲ کہ جلتے ہیں چراغانِ مدینہ
وہ کچھ نظروں میں یوں گھل مل رہا ہے　نرالی شان سے شانِ مدینہ
دلِ بےتاب کی بےتابیوں میں　سما جاتے ہیں ارمانِ مدینہ
منور کیوں نہ ہوں گے دیدہ و دل　تجلی گن ہیں جانانِ مدینہ
دم آنکھوں میں لٹکا ہے شوقِ منزل　کہ کب آتا ہے فرمانِ مدینہ
رسول اکرمؐ جس کے میزباں ہیں　نہ کیوں ہم ہوں گے مہمانِ مدینہ

چلو اب ہند سے کشتیؔ چلیں گے
ہوئی ہے یادِ سلطانِ مدینہ

ہیں دونوں جہاں پرتوِ انوارِ محمدؐ ۳ گھیرا ہوا عالم کو ہے پرکارِ محمدؐ
ہر رنگِ خدائی ہے کچھ اسرارِ محمدؐ　اک معنیٔ قرآن ہے گفتارِ محمدؐ
اک نور کا خط ہے قدِ بالائے محمدؐ　اک ہو بہو ہے رخِ انوارِ محمدؐ
کبھی علی الاعلان ہے بے ساختگی انکی　اک شان ہی بس شان ہے اسرارِ محمدؐ
وہ باں ہیں کہ عرش بھی ہے خم سرِ تسلیم　اللہ کی اک شان ہے سرکارِ محمدؐ
جس سمت ہم کو نظر آتی ہے حقیقت　آن آن میں ہے سرگرمیٔ بازارِ محمدؐ

گو لاکھ زمانے میں گنہگار ہوں کشتیؔ
پھر ہوں تو سہی بندۂ سرکارِ محمدؐ

یہ سوجھی ہے اب ہم بھی سفینہ چلیں گے ۴ یہ دل اپنی ٹھنی ہے نبیؐ سے ملیں گے

وہ ہر گام پر آئیں گے ہم کو لینے — اِدھر سے اُدھر فلک والے جب بڑھ چلیں گے

کبھی صدقہ ہو کر کبھی ہو کے پابوس — کسی ڈھب سے ہم اُن کو منوا ہی لیں گے

اِدھر امتی لبیک کی ہر صدا پر — اُدھر امتی امتی وہ کہیں گے

وہ ہوں گے اُدھر جلوہ گر جالیوں سے — کہ جب ہم اِدھر سے نظارے کریں گے

بلایا ہے شاہِ مدینہ ؐ نے کشش سے
چلو ہند سے اب مدینہ چلیں گے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سجانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

فیضِ نورِ خدا مدینے میں ۵ رحمتوں کی گھٹا مدینے میں

معنیٔ ذاتِ پیکرِ وحدت — شانِ اِنّی انا مدینے میں

جس کو کعبہ میں ڈھونڈتی تھی نظر — وہ نظر آ گیا مدینے میں

جس کا دربارِ عام ہے کعبہ — اس کا خلوت کدہ مدینے میں

حسن ہے جس کے دو جہاں روشن — وہ حسیں دلربا مدینے میں

متجلّی تجلیاں ہیں ہم! — وہ مہرِ پُر ضیاء مدینے میں

جو خدا کی خدائی میں نہیں پایا — ہے وہ فضلِ خدا مدینے میں

افضل الانبیاء ہے جن کا نام — وہ رسولِ خدا ؐ مدینے میں

حجِ کعبہ ہے گویا وصلِ نبیؐ — جلوہ گر ہے خدا مدینے میں

رات معراج، نِت نئے دن عید — زندگی کا مزہ مدینے میں

دولت دو جہاں سے مالا مال — ہو گیا، جو گیا مدینے میں

بات کعبے میں وہ کہاں ہم کو — جو ملا ہے مزہ مدینے میں

ہم نے لُوٹا ہر ایک سجدے میں — بندگی کا مزہ مدینے میں
فضل ہے، دین ہے، عطا ہے، کرم — جو بھی مانگے ملا مدینے میں
تھے ہر اک رنج و غم سے ہم آزاد — دل کچھ ایسا لگا مدینے میں
تھے حضوری میں، یوں رہا ہم پر — فضلِ سرکار کا مدینے میں
یوں بھی ہم سے تھا رات دن کشفیؔ
آمنا سامنا مدینے میں

٦

نہ تم سب میں نہ تم سب سے جدا ہیں — حقیقت ہے بہر صورت خدا ہیں
یہ ہونا ہے نہ ہونے کے برابر — برائے نام ہیں ہم اور کیا ہیں
سما لینے کو ہم جلوے تمہارے — دکھانے منہ تمہارا آئنہ ہیں
نہ ناقص اور نہ کامل نہ قادر اور نہ مجبور — اگر ہیں بھی تو بس نامِ خدا ہیں
نکلتے ہی زباں سے غیر ہوگی — ابھی ہم جانتے ہیں آپ کیا ہیں
رجا اور خوف سے گزرو بھی کشفیؔ!
یہ خیر و شر کے جھگڑے اور کیا ہیں

٧

وہ جلوہ ریز تو دل جلوہ گاہِ ناز بھی ہے — ہر ایک دید میں یوں ناز اور نیاز بھی ہے
سرِ نیاز بھی ہے اور حریمِ ناز بھی ہے — خوشا نصیب جو سجدوں سے سرفراز بھی ہے
نہ گم ہو جلووں میں جلووں کے دیکھنے والے — ضرور اس میں کہ پوشیدہ کوئی راز بھی ہے
اُدھر جو ہو گئے کچھ ایسے وہ مائل بہ کرم
امیدِ دامنِ کشفیؔ اِدھر دراز بھی ہے

۸

سرکار کے جلوؤں کی فضا دیکھ رہا ہوں — اک نور کے عالم کا سماں دیکھ رہا ہوں

اللہ رے یہ پرتوِ انوارِ محمدؐ — ہر ذرہ کو اک طورِ تمنا دیکھ رہا ہوں

ہر گام پہ آنکھوں سے برس جاتے ہیں سجدے — میں آگے نقوشِ کفِ پا دیکھ رہا ہوں

جالی کے قریں جا کے گری جاتی ہیں نظریں — حیرت سی ہے خاموش کھڑا دیکھ رہا ہوں

یہ عظمت و سطوت یہ بڑائی یہ تدبر — اک شانِ خدا ہے بخدا دیکھ رہا ہوں

گم ہوش سا ہیں، محو رنگ نظر، عقل ہے ساکت — اک کھویا ہوا سا ہوں کھڑا دیکھ رہا ہوں

یہ دین، یہ الطاف و کرم اور یہ بڑائی — ہر دامنِ مقصد کو بھرا دیکھ رہا ہوں

اب دیکھیے کیا دیتے ہیں سرکارِ مدینہ — منہ تکتے ہیں چپکا سا کھڑا دیکھ رہا ہوں

روضے کے طواف اور کبھی جالی کے نظارے — آج اپنے مقدر کا لکھا دیکھ رہا ہوں

کیوں گرمِ مقاصد نہ ہو آغوشِ تمنا
ہر نالۂ کشفیؔ کو رسا دیکھ رہا ہوں

۹

ترا مظہرِ ذات والا لقب ہے — تو شانِ خدا ہے تو صورت میں سارا ہے

پتہ چل رہا ہے تری ہر ادا سے — خدا گر نہیں ہے خدائی کا ڈھب ہے

تحیر ہے، گم ہوش ہیں، عقل عاجز — یہ تیری عدم سایگی کچھ عجب ہے

اگر راز افشا و سرِ بزم کردوں — ہے مانع حجاب اور پاسِ ادب ہے

پتہ کنتُ کنزاً سے ہے صاف ظاہر — سوا کوئی تیرے نہ جب تھا نہ اب ہے

ہے کافی مجھے فخرِ "الفقر فخری" — یہ حسنِ طلب ہے جو اک بے طلب ہے

یہ ہیں صرف کشفیؔ کی سودائی باتیں
وہ ہے ایک دیوانہ اپنے میں کب ہے

ہو گئی جب سے محبت آپ کی ۱۰ کھنچ گئی نظروں میں صورت آپ کی
آپ ظاہر میں ہیں کچھ باطن میں کچھ لو العجب ہے رنگ و حالت آپ کی
شکلِ انساں اور یہ بے سایگی ایک حیرت سے نبوت آپ کی
صرف دکھلانے کو تھی اک عبدیت اک بناوٹ تھی یہ حضرت آپ کی
ہے ربوبیت کے سارے رنگ ڈھنگ خالقانہ ہر وجاہت آپ کی
ایک سرتا پا خدائی کا چلن ہر ادا، اک لانہایت آپ کی
کشفیؔ ہے یہ کمالِ انتہا
ہو گئی جسکو بھی رویت آپ کی

یوں ہی مدینہ میں عمر تمام ہو جائے ۱۱ کہ صبح و شام نبیؐ کا سلام ہو جائے
کرم جو آپ کے ہو جائیں گے ادھر آتا درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
ہو اس سے بڑھ کے سوا اور کیا کمالِ عروج اگر تمہارے غلاموں میں نام ہو جائے
تصورِ رخِ احمدؐ میں ہو نمودِ سحر خیالِ زلفِ محمدؐ میں شام ہو جائے
اگر کرم ہے تمہارا تو پھر مقدر کیا
ہے نام آپ کا، کشفیؔ کا کام ہو جائے

سرِ وجودِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو ۱۲ وجہِ نمودِ حضرتِ انساں تمہیں تو ہو
زیبِ جبینِ قسمتِ آدم وہ کون تھے انمول وہ امانتِ ذیشاں تمہیں تو ہو
وہ جس کے موجِ نور سے یہ کائنات ہے وہ سرخیٔ عبارتِ عنواں تمہیں تو ہو

جس کی ضیا سے ہوگئے ظلماتِ کفر گم — ہاں! وہ چراغِ محفلِ یزداں تمہیں تو ہو
اوصاف میں یہ صورتِ تخلیق آپ کے — ذرّوں میں ایک مہرِ درخشاں تمہیں تو ہو
حسنِ نزول جس کا فریبِ عبودیت — وہ ذاتِ لاشریک لہٗ ہاں تمہیں تو ہو
ربِ الست وجہِ نموداتِ امرِ کُن، — اظہارِ کُل وہ موجدِ امکاں تمہیں تو ہو
کُل امر جسکی طلعتِ زیبا کے ہیں نقاب — وہ حُسن، وہ حقیقتِ پنہاں تمہیں تو ہو

کشفی نظر سے کہتی ہے ہر ذوقِ آگہی
وہ دیدہ زیب شاہدِ خوباں تمہیں تو ہو

۱۳
زباں قاصر ہے کہنے سے مرے سرکار کیا ٹھہرے — خدائی کا تو سچ دعویٰ ہے کہوں کیسے خدا ٹھہرے
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ محبوبِ خدا ٹھہرے — حقیقت میں اگر دیکھو تو ذاتِ کبریا ٹھہرے
شبابِ حسن پر کثرت سے جب فصلِ بہار آئی — خود اپنے رنگ اپنے روپ پر جابجا ٹھہرے
سما پر احمدِ بے میم، احمد عرشِ اعلیٰ پر — محمد بر زمیں، محمود فی تحت الثریٰ ٹھہرے
نہ ہوتے ہم تو کھل جاتی حقیقت قبلۂ من کی — جو اُن کے رنگ چھپانے کو ہمیں اک آسرا ٹھہرے
جو بے سایہ ہو پھر اس کو بشر کہنا ہے بیدینی — کہوں گر حکم ہو سرکارِ والا آپ کیا ٹھہرے

تماشہ گاہِ عالم میں ہے جوڑی کیا برابر کی!
جو وہ بندہ نما ٹھہرے تو کشفی رب نما ٹھہرے

۱۴
دلِ گم گیسوئیں گرفتار ہیں کن کے؟ ان کے — دیکھے جرم خطاوار ہیں کن کے؟ ان کے
واسطہ دینے سے ہے لو نہ کوئی بے غرض — ہم بہر حال گرفتار ہیں کن کے؟ ان کے

اتنا مقدور کہاں! اور ہم اُن کے عاشق — دل میں پوشیدہ مگر چاہنے ہیں کن کے ان کے

بے قرینہ نہ قرینے سے کبھی ہوتے ہیں — باخبر ہست جو ہیں خوار ہیں کن کے ان کے

زلف کے دام لگے اور نظر کے تیر سے — یوں نظر بند گرفتار ہیں کن کے ان کے

ہم جو رسوا ہیں تو یہ کیسی نئی بات ہے — سر جو ہیں جھکے سربازار ہیں کن کے ان کے

ان کے جو چاہنے والے ہیں وہ گستاخ نہیں
جاں نثار اور وفادار ہیں کن کے ان کے

۱۵

ہیں کھیل آپس میں یہ اُن کے ہمارے — ہم اُن کی جیت سے ہر وقت ہارے

تمہاری لاشریکی کا خلاصہ — عدیم المثل ہیں ہم سب تمہارے

گھڑی بھر بھی جدا تم سے نہیں ہم — جو دم ہو تم تو ہم ہمدم تمہارے

حباب و بحر و موج و شکلِ طوفاں — یہ سارے کھیل ہیں انفس کے تمہارے

یہ ظل و ذو ظل قیل و قالِ حباب — یہ کس کے ہیں تمہارے یا ہمارے

کچھ ان کے ساتھ ہم اس طرح سے ہیں — کہ جیسے چاند کے اطراف تارے

اسے دیدارِ حق آنکھوں پہ ہے گر — جو گستاخی خود پرستی میں گزارے

۱۶

دل میں رہتا ہے ترا دھیان رسولِ عربی ﷺ — اور لب پر بھی ہے ہر آن رسولِ عربی ﷺ

تاجِ لولاک لما آپ کے ہے زیبِ سر — سب رسولوں کے ہیں سلطان رسولِ عربی ﷺ

آپ ﷺ کی شان سے ہے شانِ خدا کا اظہار — شان والوں میں ہیں ذی شان رسولِ عربی ﷺ

تیرے نعلینِ مبارک سے کھلی بات یہ ہے — بڑھ گئی عرش کی بھی شان رسولِ عربی ﷺ

تجھ سے ثابت ہے توریت و زبور و انجیل — وہ ہے صاحبِ قرآں رسولِ عربی ﷺ
رہ گئے چرخِ چہارم پہ جنابِ عیسیٰ — ہیں فلک آپ کے دربانِ رسولِ عربی ﷺ
قسم اختر کی اور دونوں کے مقابل تیرے — پست ہے عرش کی بھی شانِ رسولِ عربی ﷺ
فخرِ دیں شاہِ رسل سید مکی مدنی ﷺ — از تجلی رہِ ایمانِ رسولِ عربی ﷺ

تیری تصویرِ خیالی پہ ہمیشہ ہر دم
جانِ کشفی کی ہے قربان رسولِ عربی ﷺ

یادِ گنبدِ سرکار ﷺ نے سونے نہ دیا ۱۷ — یار کے حسن کے اذکار نے سونے نہ دیا
دردِ دل، دردِ جگر، صدمۂ فرقت کے سوا — یا محمد ﷺ دلِ بیمار نے سونے نہ دیا
نام سنتے ہی یہاں سب جلتے ہیں آنسو دل پر — اے مؤذن تری للکار نے سونے نہ دیا
آپ کے ہجر میں کس کس کو مناؤں حضرت — آہ کی نالہ کی تکرار نے سونے نہ دیا
بے قراروں کو میسر ہے بھلا چین کہاں — وہ تری آہٹِ رفتار نے سونے نہ دیا

کون سے دن شہِ بطحیٰ ﷺ کی زیارت ہوگی
مجھ کو کشفی انہی افکار نے سونے نہ دیا

جو ہم درِ پہ حضرت ﷺ کے آئے ہوئے ہیں ۱۸ — حزیں دل کو بھی ساتھ لائے ہوئے ہیں
نہ پھیرو انہیں در سے اے شاہِ والا — بڑا نام سن کر ہم آئے ہوئے ہیں
جدھر دیکھتا ہوں انہیں کا ہے جلوہ — وہ مجھ ایسے من میں سمائے ہوئے ہیں
جسے لوگ کہتے ہیں دنیا و عقبیٰ — یہ نقشے تمہارے بنائے ہوئے ہیں

گزر غیر کا کس طرح ہو یہ سر میں | تصور تمہارا جمائے ہوئے ہیں
مدینہ کی بستی ہیں جلدی بلالو | غم ہجر کے ہم ستائے ہوئے ہیں
یہی کہتے ہیں چوم کر عرش والے | یہاں کس وہ نعلین آئے ہوئے ہیں
کریں خوف کیوں حشر کا دل میں کشفی
غلام محمدؐ کہلائے ہوئے ہیں

کچھ کھوج نہیں اس کا کہاں ہے وہ کدھر ہے ۱۹ | مجبور تجسس ہے تو معذور نظر ہے
کچھ اپنے سوا مجھ کو نظر ہی نہیں آتا | آئینہ تمثال ہے یا حد نظر ہے
موقوف نہیں چار عناصر ہی پہ توقیر | دیکھو تو جدھر ہم ہیں خدائی بھی ادھر ہے
کہتے ہیں فنا جس کو بقا نام ہے اس کا | وہ شام محبت ہے تو یہ وقت سحر ہے
کچھ اپنے کو ڈھونڈا تو پتہ اس کا چلا ہے | عالم سے انوکھا مرا انداز نظر ہے
ہم ہی نہیں اک حلقہ بگوش شہ معراج | جبریل بھی باندھے ہوئے موجود کمر ہے
کشفی یہ اثر ہے سبق من عرفہ کا
معلوم مجھے اب جو دو عالم کی خبر ہے

گھر عشق رسول عربی کا مرا دل ہے ۲۰ | اے اہل نظر عرش معلی مرا دل ہے
ہر لحظ میسر ہے مجھے قرب انہیں کا | وہ دل میں ہیں بس کعبہ کا کعبہ مرا دل ہے
کیا جانے کوئی جانتے ہیں جاننے والے | اسرار حقیقت کا خزینہ مرا دل ہے
جلتے ہو سر طور عبث حضرت موسیٰ | کہتے ہیں جسے طور وہ گویا مرا دل ہے

لا میں جو ہوا گم تو الّا میں در آیا — تصویرِ الٰہ کا سراپا مرا دل ہے
ہوں رند پیا کرتا ہوں میں بادۂ عرفاں — ہاں بادہ و پیمانہ و صہبا مرا دل ہے
آئینۂ قدرت ہے یہ دل دیکھئے کشفی
تنزیہہ میں ہر صورتِ معنیٰ مرا دل ہے

۲۱

للہ کبھی لائیے تشریف ادھر بھی — ویران ہے مدت سے ہو آباد یہ گھر بھی
ارمان یہ دل کا ہے رہوں آپ کے نزدیک — ہو آٹھوں پہر آپ کے قدموں پہ یہ سر بھی
کعبہ میں بھی اس طرح ادا ہو مرا سجدہ — سر میں ہو خیال آپ کا سجدہ میں ہو سر بھی
اے جذبۂ دل کچھ تو بتا اپنی بھی تاثیر — ہو جائے کسی روز مدینہ کا سفر بھی
اک ہم ہی نہیں ان کی غلامی میں ہے کشفی
ہمراہ تھے باندھے ہوئے جبریل کمر بھی

۲۲

وصفِ روئے شہِ ابرار جو سن پاتی ہے — رُخِ غنچۂ گل کی طرح روح نکھر جاتی ہے
لوگ ہر سمت سے آتے ہیں زیارت کیلئے — ہائے ناکامیٔ قسمت مجھے ترساتی ہے
آج کچھ لاتی ہے پیغامِ جمالِ احمد — شوخیاں کرتی ہوئی بادِ صبا آتی ہے
کس کو آنکھوں میں رکھوں کس کو جگہ دوں دل میں — شہِ بطحیٰ کی ہر اک دل کو ادا بھاتی ہے
شہرِ بطحیٰ کو چلیں ہند سے اب کشفی
دل کو اب احمدِ مختار کی یاد آتی ہے

ترقی اور تنزل کے تھپیڑوں کا تماشہ ہوں
جو گھٹ جاؤں تو قطرہ ہوں جو بڑھ جاؤں تو دریا ہوں

ہیں سر اک قیدِ نزدیکی و دوری سے منزہ ہوں
نہ آئے جو کسی کی بھی سمجھ میں وہ معمہ ہوں

یہ شکلِ نقشِ آبی حاملِ جذباتِ دریا ہوں
ہے پوشیدہ ہر اک قطرہ میں میری تو وہ تنہا ہوں

لئے دم بزمِ امکاں، ہر رنگ میں ہر جا حسنِ یکتا ہوں
ہر عالم میں یک تنہا عالم ہوں وہ نایاب دنیا ہوں

نہ میں پیدا کسی سے ہوں نہ کوئی مجھ سے پیدا ہے
میں اپنی ہر کثرتِ اظہار میں ایسا اکیلا ہوں

سب آئینے عرش سے فرش تک ہیں میں غرقِ حیرت سے
جہاں آئینہ خانے میں گویا اک تماشہ ہوں

مجھی پر حسن عاشق عشق بھی میرا ہی دیوانہ
وہ عالم نقشِ کیفیات میں جس کے وہ جلوہ ہوں

کمالِ دید جب ہے دیکھ ایسا دیکھنے والے
نظر میری کا ہو میری آنکھ ہو پھر دیکھ میں کیا ہوں

یہ وحدت اور کثرت اعتباراتِ تعین ہیں !
بہر صورت میری موجودگی پنہاں نہ پیدا ہوں

میری ہر کیفیت کا دور ہے اک ندیِ بے پایاں
کہ سر جانے سے پیمانہ سے نہ چھلکے میں وہ سودا ہوں

بظاہر اک خمیرِ جوہرِ اضداد ہوں کہ عشقی!
حقیقت میں ہوں مسجودِ ملائک وہ وہ نورانی ہوں

حقیقت میری شیئاً اذا ارادہ !
ہے جس کا مختصر اتنی زیادہ !

میں وہ سرخیِ عنوانِ ازل ہوں
کہوں میں اور کیا اس سے زیادہ

بظاہر ہوں تو اک مٹی کی مورت
حقیقت میں ہوں لیکن نور زادہ

کہ ہوں وہ اشرفِ عالی مراتب
ملائک میرے آگے سر نہادہ

ہے انساں ایک لاینحل معمہ !
اگر ہے دیکھنے کو سیدھا سادہ

یہ اپنی ہی سیہ کاری کے بل پہ
ہے کشتی ... دامنِ رحمت کشادہ

داغ جدائی کے جو دکھلا دیے گئے — جان وہ، ہم جسم کہلائے گئے

ٹوٹا دل کا ہوئی تعمیر نو — جو کبھی تھے ساتھی وہ ہمسائے گئے

حد سے جب گزرے تو یہ عقدہ کھلا — انہیں ہم اور ہم میں وہ پائے گئے

خود فراموشی کچھ ایسی ہو گئی ! — اسطرح وہ ہم میں یہاں چھپائے گئے

کثرت دم ہے یہ پیاری صورتیں — گو بظاہر غیر کہلائے گئے

رہ کے نظروں میں پھر آتے ہیں نظر — آپ تو ہر روپ میں پائے گئے

بک گئے جس روز ان کے ہاتھ پر — ہم اسی دن سے ہوئے آئے گئے

جنکو ہم سمجھے نہیں تھے ہم نفس — وہ ہمارے ہمنوا پائے گئے

آپ کے چال و چلن، ہوں جانتا
آپ جو کشفی سے شرمائے گئے

میں اُن کی نظر میں ہوں وہ ہیں میری نظر میں — وہ گھر میں ہیں میرے اور خدائی مرے گھر میں!

دل میں مرے کعبہ ہے اور آنکھوں میں مدینہ — ہے آٹھوں پہر حج و زیارت مجھے گھر میں

کچھ اپنی خبر ہے نہ خبر بے خبری کی، — جو دم ہے وہ دم ایک دید کا عالم ہے نظر میں

تو غیر خودی ہو کے ذرا سوچ تو سمجھ دیکھ — باہر بھی نہیں گھر سے، نہ رہتا ہے وہ گھر میں

تو ڈھونڈ رہا جسکو تیرا دیدہ نشیں ہے — خود حاضر و ناظر، وہ بصیرت ہے بصر میں،

میں اپنی ہی وحدت سے بکثرت ہوں نمایاں — یہ میری ہی روشنی ہے ہر میں یہ سب میرے اثر میں،

وہ مجھ میں ہیں، میں ان میں ہوں اسطرح سے کشفی
جس طرح سے اک بلبلہ دکھتا ہے بحر میں

میں دم کو جو ذاتِ خدا جانتا ہوں
تو آدم کو نامِ خدا جانتا ہوں

خدا کس کو جانوں کہوں کس کو بندہ
میں بذات و صفت ایک سا جانتا ہوں

میں کچھ ایسا کھویا ہوا ہوں خودی میں
نہ خود کو نہ یادِ خدا جانتا ہوں

کھلے نحن اقرب کے اسرار جس دم
ہوا آشنائے صدا! جانتا ہوں

کچھ ایسا مجھے خود پرستی نے گھیرا
میں مذہب و ملت کو کیا جانتا ہوں

ہے دیدارِ حق اسکو، جو خود سے گزرا
اسے فخر کا راستہ جانتا ہوں

ہو وحدت سے کثرت میں ہے آنا جانا!
نہ کشفیؔ بس اس کے سوا جانتا ہوں

نہ مجبوبِ بے نشاں ہوں میری کثرت ہے نشاں میرا
کسی کو بھی نہیں ہے آج تک شانِ گماں میرا

زمانہ مجھ میں رہ کر بھی زمانہ مجھ کو ڈھونڈے ہے
تعجب ہے مجھی سے پوچھتا ہے پھر نشاں میرا

حقیقت میری دم ہے بلکہ آدم صورت میری ہے
کہ ظاہر ہوں مجسم اور دم روحِ رواں میرا

ہمائے نخلِ وحدت ہوں کہ ہر ڈالی ڈالی ہے
جو ہے آبادئ کثرت یہی ہے گلستاں میرا

بس اک سعی میں کیا اٹھوں پھر خرسند گھر نہیں
نہ کوئی میری منزل ہے اور نہ کوئی کارواں میرا

نہیں ملتی ہے صورت سے کسی کی دوسری صورت
ثبوتِ لاشریکی اور یہ اندازِ بیاں میرا

نیا سج دھج نئی صورت نئی ہر شان ہے کشفیؔ
نئی ہر گفتگو میری نیا طرزِ بیاں میرا

شوقِ کثرت جب سے مجھے پیدا ہوا
کیا بتاؤں کیا سے میں کیا کیسا ہوا

اک بہانہ تھا جو بدلا روپ میں — سارے عالم میں مرا چرچا ہوا
ایں و آں ما و شما جلوے مرے — جیسا ہونا تھا مجھے ویسا ہوا
قالبِ آدم مرے دم کا وجود — مجھ سے وہ اور اس سے میں پیدا ہوا
ہے ظہورِ ماسوا میرا ظہور — جو ہے اہلِ دید وہ 'جانا' ہوا
میرے دم سے جب ہوئی پیدا کائنات — آنے جانے کا چلن میرا ہوا

صورتِ کشفی جو ہے صورت مری
غیر جو سمجھا اُسے "دھوکا" ہوا

میں و تو کا نہیں ہوتا بھی ہے ایکا دیکھو — جب یہ مٹ جائے گا جھگڑا تو رہا کیا دیکھو
کون ہے غیر مرا صورتِ کثرت ہو کہیں — بلبلہ پھوٹ کے دریا میں ہوا کیا دیکھو
میں کوئی غیر نہیں آپ کی صورت ہے جناب — آئینہ لے کے ذرا آپ منہ اپنا دیکھو
اُن میں مجھ میں اک انا کی ہے حقیقی نسبت — کون ناحق ہے یہ منہ کس کا یہ دعویٰ دیکھو
شخص وہ عکس ہو کہیں جان میں وہ جسم ہو کہیں — بلبلہ سیر میں دریا کی ہے کیسا دیکھو
یہ بنا ہے ہوئے کس کے ہیں یہ بندے کیسے — سجدہ کرتے ہیں ملک کو تماشہ دیکھو

تو نہ کر قیدِ تعین کو جنابِ کشفی
پھر نظر تجھے نظر آتا ہے کیا کیا دیکھو

نہ سمجھا ماہیت میری کسی نے — کہ منہ تکتے ہیں حیرت سے سبھی نے
یہی تھی ایک وجہ بے مثالی — جو یوں رسوا کیا بیگانگی نے

بڑھا کچھ حد سے ایسا شوقِ کثرت — دوئی کا کھیل کھیلا یکسوئی نے
یہ کس نے کھیل کھیلا ہے خیر و شر کے — جنابِ ذاتِ بابرکات ہی نے
عبودیت کو "نک چھے" "نہ سمجھے" — مزے جو لے لئے ہیں میرے جی نے
کہ وہ ہیں یا اور ہم صرف متکلم — نہ دی فرصت علیم الفرحتی نے
ہے مسکن عالمِ بعدِ مجرد — پتہ کیا پائے گا میرا کسی نے
کہاں ہوں کون ہوں کشفی میں کیا ہوں
جمایا رنگ کچھ ایسا خودی نے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

جو کوئی خود کو نہیں دیکھا ہے — بخدا اُس کو نہیں دیکھا ہے
دیکھ بے پردہ جمالِ مطلوب — بن جا آئینہ، نہیں دیکھا ہے
وہ ہر اک سمت نہ آگے پیچھے — کبھی مڑ کر بھی نہیں دیکھا ہے
دیکھنے کا جو طریقہ ہے دیکھ — وہ ہے بے پردہ نہیں دیکھا ہے
روبرو سامنے وہ آنکھوں میں ہے — آتا جاتا ہے نہیں دیکھا ہے
دیکھ ہے کون ترا دل نشیں، — پاس تیرے ہے، نہیں دیکھا ہے
دیکھے وہ صورتِ آدم کشفی!
جو کوئی اُس کو نہیں دیکھا ہے

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

وہ خود موجود ہے اپنے نشاں سے — چھپے ہے وہ مگر وہم و گماں سے
میں انکو آتے جاتے دیکھتا ہوں — گزر ہے اُن کا دل کے درمیاں سے

ہوا ہوں جب سے میں پیدا جہاں میں — کہ حق گویا ہوا میری زباں سے
مقام دیدِ حق میرا چلن ہے — پرے ہوں جادۂ کون و مکاں سے
میرا کنجِ ہویت میں تھا مسکن — جو لایا شوقِ کثرت نے کہاں سے

محبت کا نہیں شیوہ یہ کشفی !!!
جو اُن کا نام لیتے ہو زباں سے

جو اک لفظِ کُن سے میں گویا ہوا ہوں — کہ ہونا تھا جیسا میں ویسا ہوا ہوں
ہے سرِ خفی اخفیٰ ذات میری — میں کثرت میں بندہ کہایا ہوا ہوں
سکونت میری دیدۂ دو جہاں میں — مگر سب کی نظروں میں پھر رہا ہوا ہوں
جو بے صورتی سے میں صورت کہایا — میں اپنا ہی یکتائی سے دو ہوا ہوں
ترقی، تنزل، مراتب میں میرے — کہیں کچھ ہوا ہوں کہیں کچھ ہوا ہوں
بہ شکل نفی جلد بین کے پھوٹا — برائے وجہ اثبات دریا ہوا ہوں
ہر اک روپ میں نت نیا روپ میرا — میں ظاہر ہوں، کہیں چھپایا ہوا ہوں

یہ دیدہ و دانستہ نادیدگی کیا
میں کشفی نظر میں سمایا ہوا ہوں

میں کیا تھا کیا ہوں کیا سے کیا ہوا ہوں — کہ کثرت انجمن آرا ہوا ہوں
نہ پوچھو تم مرے حسب و نسب کو — میں تشبیہ اپنی تنزیہ کا ہوا ہوں
بہ رنگ آئنہ کثرت ہے میری — میں خود کو دیکھنے پیدا ہوا ہوں

کھلاڑی ہوں کھلونا میرا، آدم — کبھی کھیلا کبھی توڑا ہوا ہوں
دلیلِ شکلِ آدم میری صورت — بہر صورت میں اپنا سا ہوا ہوں
نہ تھا جو یاد میری یاد میں ہے — جو کچھ تھا یاد وہ بھولا ہوا ہوں

حقیقت میں ہوں کشفی نور زادہ
بظاہر خاک کا پتلا ہوا ہوں،

برائے نام ہوں لیکن نمودِ تخیّل کثرت ہوں — اک عنوانِ ازل اور بائیمانِ تجسّم وحدت ہوں،
کہوں کیا خود لیکن منظورِ نظر ہوں اپنے ناظر کا — ہوں اک مخلوق ظاہر میں مگر خالق کی صورت ہوں
مرے تارِ تنفس کا ہے اشارہ یہ مجھے ہر دم — عدم مجھ کا ہے جسکو دیکھ وہ عینِ شہادت ہوں
ہوں محوِ دید کہے آنکھوں پھر اک دید کا عالم — کہاں ہے این و آں وہم و گماں ان سب سے رخصت ہوں
وجودِ دم، لزومِ حق، ظہورِ جزو و نمودِ کل، — نزولِ وحیِ حق ہوں حاملِ بارِ امانت ہوں
مجھے ہے شیخ کے دیدار میں دیدارِ حق حاصل — بس اک آنکھوں بھر ہوں دیدار ہوں غیرِ زحمت ہوں

نہ مجھ کو حبِ دنیا ہے نہ کشفی خواہشِ عقبیٰ
مجھے ہو قرب اپنے شیخ کا مرہونِ منت ہوں

ذات اور ذاتِ خودِ غیریت ہو گئی — پھر وہ کثرت میں خود عبدیت ہو گئی
جب تنزل کیا بن گئی صورتیں، — خود کا بننا ہی کیا غیریت ہو گئی
آئینہ صد ہزاراں ز شاہد کے! — پرتوِ حسن اک کیفیت ہو گئی
سارے وحدت کے یہ روپ اور رنگ ہیں — ایک اسمائی ضد شخصیت ہو گئی

- کفر ہے اک کہے دو کہے شرک ہے / دیکھ سوچ اور سمجھ خیریت ہوگئی
- باخبر ہے نہ وہ خود سے ہے بےخبر / جس کو دیدار میں محویت ہوگئی
- خود کو سمجھے نہ کشفی یہ کیسی سمجھ!
- من عرف جسکو ہے رویت ہوگئی

- وہ میرا نورِ نظر تھا مجھے معلوم نہ تھا / دید میں آنکھوں پہ تھا مجھے معلوم نہ تھا
- زندگی تھی یہی اک سانس جو آئی میری / اس کا رگ رگ میں گزر تھا مجھے معلوم نہ تھا
- سر پرستی میں اسی کی جو مری عمر کٹی / اس سے میں غیر خبر تھا مجھے معلوم نہ تھا
- جسکے ہونے سے یہ ظاہر ہوا ہونا میرا / بلبلے میں وہ بحر تھا مجھے معلوم نہ تھا
- خود یہ ذات آپ بہ کثرت جو ہوا جلوہ نما / جو بہر رنگ دگر تھا مجھے معلوم نہ تھا
- غیریت وحدت و کثرت میں سمجھتا ہی رہا / تخم ہی تھا جو شجر تھا مجھے معلوم نہ تھا
- آنا جانا نہ کبھی اس کا میں کشفی سمجھا
- جسکے میں زیرِ اثر تھا مجھے معلوم نہ تھا

- بلبلہ آب نما تھا مجھے معلوم نہ تھا / کب وہ دریا سے جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
- اجنبی سا ہی سمجھتا رہا میں اپنے کو / ہو بہو شانِ خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
- مجھکو ہر تارِ نفس کا تھا اشارہ ہر دم / وہی ہمدم جو مرا تھا مجھے معلوم نہ تھا
- کبھی دیکھا نہ اسے آپ سے باہر ہو کر / خود مرے گھر میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
- حال و قال ایک ہوا قیدِ تعین ٹوٹا / ہوا ظاہر جو خفا تھا مجھے معلوم نہ تھا

آنکھ دروازہ ہے خلوتکدۂ دل نورِ بصر
کون پھر غیرِ خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

سانس کیطرح سے کچھ ایسا مرا ہمدم تھا
آنے جانے وہ لگا تھا مجھے معلوم نہ تھا

صاحبِ خانہ کو مہماں ہی سمجھا کشفیؔ
اِسی دھوکہ میں رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بندہ نما خدا ہے خدا بندہ نما ہے
دونوں میں ہم ایک ہے کہ ایک جدا ہے

آدم زادہ ہوں آدم جو مرا نام ہوا ہے
دریا سے کہیں بلبلہ ہوتا بھی جدا ہے

میں اپنی خموشی سے ہوں خود ہی متکلم
جو بات مری ہے مری شہ رگ کی صدا ہے

کہتے ہیں خدا جسکو وہ ہے ایک معمہ
بندہ نہ کسی کا نہ کسی کا وہ خدا ہے

جو صورتِ کثرت سے ہے مونسِ انجمن آرا
باطن جو مرا ہے وہی ظاہر بھی مرا ہے

گر دید کا طالب ہے تو بندہ ہو کسی کا
جب دید ہے تیری نظر آئیگا تو کیا ہے

یہ مسئلۂ مشربِ رندانہ ہے کشفیؔ
غافل ہے جو خود آپ سے وہ غیرِ خدا ہے

پردہ در کچھ اس طرح وہ جلوۂ خود کام تھا
حسن کا ہر ذرہ ذرہ نور کا پیغام تھا

کیفیت تھی، رنگ تھا، بادل تھے دورِ جام تھا
مست تھی ساری فضا فیضِ ساقی عام تھا

موت کی ہر اک روش پر گامزن ہے زندگی
زندگی کا ہر چلن اک موت کا پیغام تھا

انکی ہر آواز خاموشی پیامِ زندگی
ان کا ہر تحریک کن انداز اک الہام تھا

ان کا ہر رنگِ تنزل ایک رازِ ہست و بود
انکی ہر جنبش کا حاصل عالمِ اجسام تھا

ریب لے بےخودی کیسا نہیں عینِ نمود ؟ | استعارہ جلوت و خلوت کا استلزام تھا
ل آئینِ ذوقِ دیدۂ بیدار میں ، | مایۂ دارِ صد تجلی اک سویدا نام تھا
کیا کچھ بھی نہیں ہم صرف ہیں اک اعتبار | تھا جو یہ نام و نمود اپنا برائے نام تھا
ں نے کھینچی سرِ محفل جو یوں شمشیرِ لو | تا سحر شب خونِ پروانوں کا قتلِ عام تھا
ک ضدِ باہمی کا نام ہے سلب و ثبوت | آپ ہی اپنا بہ رنگِ صورتِ ادغام تھا

اصطلاحِ عشق میں کشتی بہ الفاظِ دگر
رکھ دیا عشاق نے غم کا محبت نام تھا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

تری ہی یاد سہارا ہے زندگی کیلئے | ترا خیال ہے کافی مری خوشی کیلئے
ملی ہیں جلوۂ دیدار کے لئے آنکھیں | ملا ہے دل بھی اگر اسکی بندگی کیلئے
کسی کا نقشِ قدم آگیا ہے زیرِ جبیں | جو یوں سجود تڑپتے ہیں بندگی کیلئے
کیا ہر ایک نے انکار جس کے لینے سے | وہ بوجھ میں نے اٹھایا تری خوشی کیلئے
سبو کو، ساغر و مینا کو جام کو ہے سلام | تصورِ آپ کا اک بس ہے بیخودی کیلئے
وجودِ آدمی، مٹی کا اک کھلونا ہے | کسی نے کھیل یہ کھیلا ہے دل لگی کیلئے
کچھ ایسے گر لئے ہیں دامِ فریبِ ہستی نے | کوئی ہمارے لئے ہے نہ ہم کسی کیلئے

دیا وہ حضرتِ انساں کو دردِ دل عشقی
کیا وہ خلق فرشتوں کو بندگی کیلئے

جھے ہوئے ازل سے ہیں وہ رازداں مجھے | گویا ہیں خود ہی، دیکھے بھی منہ میں زباں مجھے

تھا صرف اک فریبِ نظر اور کچھ نہیں
مگر گماں مجھی سے کیا بدگماں مجھے

دعوت جو کی ہے میں نے حبیب اپنے خیال کی
ملنے لگے ہیں اپنے میں ان کے نشاں مجھے

بیگانہ سا ہوا ہوں میں خود اپنے آپ کو
پہنچا دیا تصورِ رنگیں کہاں! مجھے

رنگِ مجاز پر ہے زمانے کا اعتبار
تصویرِ جزو مد ہے بہار و خزاں مجھے

جب اپنی منزلوں کی حدوں سے گزر گیا
منزل ملی ہے کارواں در کارواں مجھے

یعنی فروغِ جذبۂ ذوقِ عروج سے
دیکھی ہیں منزلوں نے سرِ کارواں مجھے

کچھ اس طرح میں بڑھ گیا حدِ تقید سے
مرا مکاں ہے نظروں میں خمِ دلا مکاں مجھے

سمجھے تو کوئی کشفی بھلا کیا سمجھ سکے
اپنا دے رہے ہیں پتہ لامکاں مجھے

آپ ہی اپنی نظر میں، میں تماشہ ہو گیا
یار کی صورت کا مجھ کو مجھ پہ دھوکا ہو گیا

غم گدازِ دل بنا اور سوز نغمہ ہو گیا
یوں ربابِ زخمِ پنہاں نغمہ آرا ہو گیا

وہ کچھ ایسے میری نظروں میں تماشہ بن گئے
میں دو عالم کی نگاہوں میں تماشہ ہو گیا

خلوتِ اخفا سے وہ کچھ اس طرح آگے نکل گئے
جو تجلی ریز ہر اک ذرہ ذرہ ہو گیا

اشتیاقِ ذوق میں جب حد سے آگے بڑھ چلا
مجھ کو ہر اک گام پر منزل کا دھوکا ہو گیا

صرف اک میرا تنزل ہے ظہورِ کائنات
مرا ہر اک شاہدِ پیکر ارادہ ہو گیا

جذبۂ احساسِ ذوقِ عشق ہے میرا نمود
رشتۂ مجموعۂ اضداد پر دم ہو گیا

شاہدِ اسرارِ فطرت جلوۂ حسنِ ازل،
کاخِ ایوانِ تجلی اک سویدا ہو گیا

نو بہ نو تازہ بہ تازہ میری تعمیرِ حیات
ہو رہی ہے اب غمِ جاناں سہارا ہو گیا

بادۂ سرمد سے ہے لبریز مینائے سخن جذبۂ ہنگامہ مستی نطق آزاد ہو گیا
دیکھتا ہوں خود کو میں کشفی وہ آتے ہیں نظر!
کچھ پتہ چلتا نہیں میرا کہ میں کیا ہو گیا

اے ترے کاشانۂ ادائے بے مثالی! نگاہ پُرفسوں ابرو ہلالی
یک عنوان حرم یک سرخیٔ دیر، تمہارے خیر کی اک شرکی ڈالی
ہم اپنی زندگی سے کھیل کھیلے تمہارے زلف کی ناگن جو پالی
ردا سے اوڑھے وہ کچھ یوں، کہ جیسے چاند کو بدلی چھپالی
تمہارے عشق میں کیا کیا ندامت ہمیں اک تھے جو اپنے سر اٹھالی
تجھے سب انکار پر اقرار پر ہم تمہاری بات کس طرح ٹالی
سرِ محفل شریک دور کشفی
رہے منہ سے لگا کر جام خالی

غش ہوں، اس پہ غشی نہیں ہوتی بے خودی، بیخودی نہیں ہوتی
ہے من و تو، نگاہ کا دھوکا بخدا یہ دوئی نہیں ہوتی
نفی، اثبات کا ہے شغل ایسا اسمیں حائل خودی نہیں ہوتی
یہ اگر وقف حسن و عشق نہ ہو زندگی، زندگی نہیں ہوتی
کفر و ایماں میں کشمکش کیوں ہے کیا کہیں یکسوئی نہیں ہوتی
جس کو مل جائے وہ مقدر سے اس کو کیا کیا خوشی نہیں ہوتی

اُن کے دیدار میں بھی اے کشفیؔ
سیر چشمی کبھی نہیں ہوتی

کچھ ایسا بے نیازِ مدعا ہوں — جو اک آزادِ دستورِ وفا ہوں
نہ پوچھو وسعتِ پروازِ میری — تخیل کی حدوں سے ماورا ہوں
پسِ لو شمع سا ہوں میں گریزاں — مسافِ زندگی طے کر رہا ہوں
مری فطرت ہے جویائے محبت — رفیقِ غمِ دل، درد آشنا ہوں
مری ہر کیفیت طوفاں طلب ہے — بظاہر ایک آبِ بلبلہ ہوں
میں ہر اک کاروانِ زندگی کو — جو اک جنبش نما بانگِ درا ہوں
نہ ہے پردہ نہ بے پردہ کسی سے — یہ قید و بند سے بالکل جدا ہوں
ہے جس کی جستجو میں شانِ رحمت — وہ مشتِ خاک جنسِ بے بہا ہوں
بنایا حاملِ رازِ محبت — میں جو اس کی نظر میں جچ گیا ہوں
میں دم زادہ ہوں اک مٹی کی مورت — نہ پوچھو اس کے آگے اور کیا ہوں

بجز کشفیؔ خدائی میں کہاں وہ بات
مزا جو زندگی میں پا رہا ہوں

مری آنکھ ہیں حقیقتیں جو میں گزرا عہدِ مجاز سے — یہ نمود و بود یہ کیفیت جو عیاں ہے طلسمِ راز سے
کبھی تشنہ لب ہوں اگر ہے بے نیاز مند جو اس کو مجھ سے نیاز ہے — دمِ زندگی ہے رواں دواں یونہی ایک راز و نیاز سے
نہ مزاج اب وہ مزاج ہے نہ شعور اب وہ شعور ہے — نہ ہے عجیب عالمِ کیفیت کا ظہور عالمِ راز سے

اُن کے دیدار میں بھی اے کشفیؔ
سیر چشمی کبھی نہیں ہوتی

کچھ ایسا بے نیازِ مدعا ہوں — جو اک آزادِ دستورِ وفا ہوں
نہ پوچھو وسعتِ پرواز میری — تخیل کی حدوں سے ماورا ہوں
پسِ لَو شمع سا ہوں میں گریزاں — مصافِ زندگی طے کر رہا ہوں
مری فطرت ہے جویائے محبت — رفیقِ غم دلِ درد آشنا ہوں
مری ہر کیفیت طوفاں طلب ہے — بظاہر ایک آبی بلبلہ ہوں
میں ہر اک کاروانِ زندگی کو : — جو اک جنبش نما بانگِ درا ہوں
نہ ہے پردہ نہ بے پردہ کسی سے — نہ قید و بند سے بالکل جدا ہوں
ہے جس کی جستجو میں شانِ حیرت — وہ مشتِ خاکِ جنسِ بے بہا ہوں
بنایا حاملِ رازِ محبت ، — میں جو اس کی نظر میں جچ گیا ہوں
میں دم زادہ ہوں اک مٹی کی مورت — نہ پوچھو اس کے آگے اور کیا ہوں

خدائی میں کہاں وہ بات کشفیؔ
مزا جو زندگی میں پا رہا ہوں

مری آنکھ ہیں حقیقتیں جو میں گزر رہا حدِ مجاز سے — یہ نمود و بود یہ کیفیت جو عیاں ہے طلسمِ راز سے
کبھی میں ہوں آئنہ ہے نیاز مندی کو مجھ سے نیاز ہے — دمِ زندگی ہے رواں دواں یونہی ایک راز و نیاز سے
نہ مزاج اب وہ مزاج ہے نہ شعور اب وہ شعور ہے — ہے عجیب عالمِ کیفیت کا ظہور عالمِ راز سے

مری وحشتیں ہیں وہ وحشتیں کہ منزلیں ہیں وہ منزلیں — میں گزر گیا ہوں کچھ اس طرح ہوا بے نیاز نیاز سے
مرا آئنہ ہے وہ آئنہ جسے کہئے جامِ جہاں نما — جو تجلیات سے منعکس جو عیاں ہے جلوۂ راز سے
ترے ایک رنگیں حجاب سے کچھ عجب یہ نشے چھا گئیں — ہے ظہورِ مطلعِ دو جہاں ترے ایک جلوۂ ناز سے

تو نہ پوچھ کشفیؔ یہ نسبتیں جو ہیں اک خلاصۂ رازِ کن
یہ ہیں اک حقیقتِ مختفی جو عیاں ہے شانِ مجاز سے

کیوں ایسی سرِ عام ہیں بدنامیاں میری — کیا بڑھ گئی یوں حد سے بدعنوانیاں میری
یہ صرف ہے اک تیری محبت کی بدولت — جو رنگ پہ آنے لگیں رسوائیاں میری
کہتا ہے کوئی رند تو کہتا ہے کوئی کچھ — یہ تیری محبت میں سرافرازیاں میری
دامن میں چھپا لیجئے تم سیدِ افضحؔ — پرکاری سی گھیری ہیں سیاہ کاریاں میری
جب ہے کہ مجھے تیری غلامی کا شرف ہے — کام آگئیں آخر مرے ناکامیاں میری
آخر مرے کام آگئے سجدے ترے در کے — جو سوئے حرم ہیں پر پروازیاں میری

کشفیؔ ہوں بُرا ، ہوں گر اچھوں کے سہارے
اک قابلِ تحسین ہیں خوش کامیاں میری

بےخودی میں لغزشِ شوق سے کام لے — گرتے گرتے اُن کا دامن تھام لے
توڑ ڈالے یہ بندشِ قیدِ حجاب — بے تکلف آج اُن سے جام لے
اُن سے ہم خلوت تو ہو در انجمن — دل کے ہر گوشہ سے اک الہام لے
دیکھ اس کا جلوہ آنکھیں بند کر — دیدۂ دل سے نظر سے کام لے

ہاتھ میں ساقی کے ہو اک اپنا ہاتھ / دوسرے میں اک چھلکتا جام لے
سامنے ہے وہ سخن گوئے الست / ذوقِ آگاہی سے کچھ تو کام لے
اپنی ہر منزل سرِ منزل نہ دیکھ / ہر قدم پر اک نیا پیغام لے
دیکھ حق، حق جان، حق کہہ، حق سمجھ / یوں نہ حدِ غیر پر آرام لے
سترِ ظلمت ہیں یہ رنگا رنگیاں / کچھ سمجھ سے ذوقِ استفہام لے
مشکلیں آسان ہوں کیوں نہ ہوں / صدقِ دل سے جو خدا کا نام لے
اُٹھ گئیں قیدیں تو باقی کیا رہا / کون کہہ کر اپنے سر الزام لے

وقت کو کشتی نہ کر یوں رائیگاں
وقت ہے اور وقت سے کچھ کام لے

روضہ کو ترے بابِ حرم دیکھ رہے ہیں / کوچہ کو ترے رشکِ ارم دیکھ رہے ہیں
ہر سانس سے ہم تجھ کو بہم دیکھ رہے ہیں / موجود کو ہم تیرا عدم دیکھ رہے ہیں
یہ دین، یہ اندازِ کرم دیکھ رہے ہیں / یہ حسنِ عطا، جاہ و حشم دیکھ رہے ہیں
ہم واجب و ممکن کو قدم دیکھ رہے ہیں / اک شان کو ہر شان سے ہم دیکھ رہے ہیں
ہر شئے کو نہ کیوں سمجھیں کلماتِ الٰہی / جب تیرے مضامین قلم دیکھ رہے ہیں
سودا ترے جلووں کا ہوا جب سے نظر کو / ہر سمت تجھے تیری قسم دیکھ رہے ہیں
اثبات عروج اپنی یہ بالغ نظری کا / جو دیر میں بھی شانِ حرم دیکھ رہے ہیں
جب اُٹھ گئے اکوان تو کون اپنے پرائے / اک خانہ نشیں نورِ قدم دیکھ رہے ہیں
جو فانی از خود ہے وہی باقی بحق ہے / ہر قطرے کو ہم بحر میں ضم دیکھ رہے ہیں

ہم گام جو اک بیخودیٔ شوقِ سفر ہے ۔۔۔ پُر دُور ہیں، منزل پہ قدم دیکھ رہے ہیں

مانا کہ اگر ہم ہیں خطاؤں سے مرکب ۔۔۔ اب شر میں تجھے خیر سے کم دیکھ رہے ہیں

تو برتر و اعلیٰ ہے تو ہم کمتر و اسفل ۔۔۔ ہم حسنِ توازن کو بہم دیکھ رہے ہیں

ان گنت نگاہیں ہیں تری دین یہ فضل ہے ۔۔۔ ہم ہیں کہ تری نظرِ کرم دیکھ رہے ہیں

کام آ ہی گئی اپنی جبیں سائی بھی کشفی
ہر سجدے کو تعمیرِ حرم دیکھ رہے ہیں

جس کو جامع صفات کہتے ہیں ۔۔۔ اس کو ہم اسمِ ذات کہتے ہیں

اعتبارات عارضی ہیں سبھی ۔۔۔ جن کو اظہارِ ذات کہتے ہیں

پرتوِ حسن کی تجلی ہے ۔۔۔ جس کو ہم کائنات کہتے ہیں

غیب کے علم سے ہے جو موسوم ۔۔۔ اس کو الہامِ ذات کہتے ہیں

صرف ان وارداتِ قلبی کو ۔۔۔ اور کیا؟ وسوسات کہتے ہیں

انقلابی ورود ہیں سارے ۔۔۔ ہم جسے واقعات کہتے ہیں

جو مناجات دل سے ہوتی ہے ۔۔۔ حاصلِ صد برات کہتے ہیں

شمع کی خامشی ہے گویا موت ۔۔۔ روشنی کو حیات کہتے ہیں

زیست گویا ہے ایک موجِ بہار ۔۔۔ جو اسے بے ثبات کہتے ہیں

باخبر ہے انہیں کی بےخبری ۔۔۔ ہونے والی جو بات کہتے ہیں

ہم ظہوراتِ ذات کو کشفی
بالیقیں ممکنات کہتے ہیں

میں اک چراغِ انجمنِ حسنِ یار ہوں
بحرِ تجلیات سے میں ہمکنار ہوں

کچھ چھا گیا ہوں ایسا میں دونو جہاں پہ
وہ آستانِ حسن کی موجِ بہار ہوں

وحشت کدہ ہے دل تو طبیعت جنوں پسند
میں رازِ حسن و عشق کا آئینہ دار ہوں

اک میرے سوز سے دلِ رحمت ہے بیقرار
ہنگامہ آفریں دلِ بے اختیار ہوں

رکھتا ہوں میں وہ حوصلۂ فطرتِ بلند
جو اک ازل شناس وہ مستِ غبار ہوں

کشفی تجلیات کے چشمے ابل پڑے
فضلؒ ترے کرم سے میں وہ بادہ خوار ہوں

عطا ہو اب مجھے بھی احمدِ مختار کا صدقہ
امیر المومنیں صدیقِ اکبرؓ یار کا صدقہ

مٹا کر منکر دے جو ہر ایماں سے دل کو
عمر فاروقِ اعظم قاتلِ کفار کا صدقہ

عطا ہو دولتِ عقبیٰ کہ کہلاؤں غنی میں بھی
کہ عثمانِ غنی اسلام کے سردار کا صدقہ

پلا کر بادۂ الفت بنا لے اپنا متوالا
شہنشاہِ ولایت حیدرِ کرار کا صدقہ

طفیلِ پنجتن تو کر دے اہلِ دید مجھکو بھی
محمد مصطفےٰ کے کر عطا دیدار کا صدقہ

طفیلِ افضل و سرورؒ کے دلوا دے مجھے مولا
شہنشاہ غوثِ اعظم کی بڑی سرکار کا صدقہ

ترا کشفی تجھی سے مانگتا ہے سید افضلؒ
ترا صدقہ ترے گھر کا ترے دربار کا صدقہ

گلِ باغِ نبوت غوثِ اعظمؓ — کلیدِ گنجِ وحدت غوثِ اعظمؓ
یہ رنگ اور ڈھنگ سارا ہے نبی کا — زمانے کو ہے حیرت غوثِ اعظم
ہو تم محبوبِ سبحاں یا محمدؐ — ہے آخر کیا حقیقت غوثِ اعظم
ستارہ اوج پر میرا نہ کیوں ہو — مری تقدیر قسمت غوثِ اعظم
ہو کھٹکا کیوں اُسے وزنِ عمل کا — ہے جسکو تم سے نسبت غوثِ اعظم
ازل ہی سے تمہارا ہوں تمہارا — تمہیں سے ہے قرابت غوثِ اعظم
مری دنیا، مرا عقبیٰ یہی ہے — تمہاری اک محبت غوثِ اعظم
کہوں کس منہ سے ہوں شیدا تمہارا — مگر تم سے ہے الفت غوثِ اعظم

"آنارا" اپنی کچھ محبوبیت کا
ہو کشفی کو عنایت غوثِ اعظمؓ

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

سر میں سودا ہے غوثِ اعظم کا، — دل بھی شیدا ہے غوثِ اعظم کا
رونقِ بزمِ حضرتِ وحدت — یہ سراپا ہے، غوثِ اعظم کا
جلوۂ نورِ ذاتِ سبحانی، — مرتبہ کیا ہے غوثِ اعظم کا
یہ خدا کی قسم محمدؐ ہیں — ایک پردہ ہے غوثِ اعظم کا
پل رہا ہوں میں جن کے ٹکڑوں پہ — وہ "آنارا" ہے غوثِ اعظم کا
ہم گنہگار بے وسیلوں کا! — اک وسیلہ ہے غوثِ اعظم کا

بے سہارا نہیں ہوں میں کشفی
جو سہارا ہے غوثِ اعظم کا

نسبتِ غوثِ اعظم کمائے بیٹھے ہیں — زینتِ زندگانی بنائے بیٹھے ہیں
غوثِ اعظم سے ہم لو لگائے بیٹھے ہیں — لاکھ دولت کی دولت کمائے بیٹھے ہیں
اُن کے جلوے کچھ ایسے ہیں آنکھوں میں — دل کو ہم طورِ سینا بنائے بیٹھے ہیں
"ہذا قدمی" پھیر یکبار ہو چلے — منتظر ہم بھی سر کو جھکائے بیٹھے ہیں
نام جن کا ہے محبوبِ سبحانی — بازیٔ عشق ان سے لگائے بیٹھے ہیں
صفِ عشاقِ محبوبِ سبحاں میں — قادری جوگ ہم بھی اٹھائے بیٹھے ہیں

ڈھلتے ہیں اولیاء جنکی نظر دل سے
اُن کو نظروں میں کشفی چھپائے بیٹھے ہیں

تمنا یہ ہے مختصر غوثِ اعظم رض — بلا لیجئے اپنے نگر غوثِ اعظم رض
جدھر ہیں محمد ﷺ ادھر غوثِ اعظم — خدا بھی ادھر ہے جدھر غوثِ اعظم
وہی سُرخرو ہوگا دونوں جہاں میں — ہو جس پر تمہاری نظر غوثِ اعظم
کچھ ایسی نظر آپ نے مجھ پہ ڈالی — ہے دنیا کی مجھ پر نظر غوثِ اعظم
میں بغداد آ کر مدینہ کو ڈھونڈوں — ہے بس آرزو اسقدر غوثِ اعظم
بہر حال رخ کر کے دیکھو جدھر بھی — وہیں آپ پیشِ نظر غوثِ اعظم

بس اک آپکا لے لیا ہے سہارا
یہ کشفیٔ بے بال و پر غوثِ اعظم

ہے کیا غوثِ اعظم کا نام اللہ اللہ — ہے اُن پر خدا کا سلام اللہ اللہ

وہ محبوب ہیں لا کلام اللہ اللہ — بیاں کیا ہو اُن کا مقام اللہ اللہ
نبی کے ہیں قائم مقام اللہ اللہ — ہیں ولیوں کے وہ پیش امام اللہ اللہ
وظیفہ مرا صبح و شام اللہ اللہ — کہ ہو غوثِ اعظم کا نام اللہ اللہ
قدم جن کے ہیں دوش پر اولیا کے — یہ وہ فردِ ذی احترام اللہ اللہ
نبوت بھی گھر کی ولایت بھی گھر کی — نبی کے ہیں "مختارِ عام" اللہ اللہ
سمجھتی ہے دنیا جسے اسمِ اعظم — وہی ایک تمہارا ہے نام اللہ اللہ
تمہیں جس نے چاہا خدا اسکو چاہا — تمہارا یہ فیضانِ عام اللہ اللہ

نبی کے ہیں زیرِ قدم دوش جن کے
ہیں کشفی انہیں کا غلام اللہ اللہ

چراغِ طور ہے شمع مزارِ سید افضل — کہ پر انوار ہے کیا رہگذارِ سید افضل
تجلیات کی دنیا مری آنکھوں میں روشن ہے — مرا دل ہے مدام جلوہ بارِ سید افضل
اطاعت آپکی ہے رہبرِ راہِ فنا فی اللہ — یہ قربِ خدا ہے رہگذارِ سید افضل
یہ ایسے فانی از خود ہے باقی بحق ہو کر — بیاں کیا کر سکے کوئی معیارِ سید افضل
وزیرِ غوثِ اعظم خضرِ عرفاں پیرِ لاثانی — ولی اللہ میں عالی وقارِ سید افضل
یہ قطبِ جہاں مسند نشینِ عالمِ کن ہیں — یہ شانِ اقتدار اقتدارِ سید افضل
نبی کی آل ہے اولاد ہے شاہِ ولایت کی — بیاں کیا ہو عروج و افتخارِ سید افضل
مقدر اس کے ہیں اسکے نصیبے پی لیا جس نے — بٹے مٹکوں بھر بھر میں مئے خمارِ سید افضل
یہ دورِ سید افضل بھی کیسا دور ہے یارو — جدھر دیکھو ادھر ہے بادہ خمارِ سید افضل

یہ بابِ فیض ہے اور درگہِ اہلِ عرفاں ہے ❊ نہ کیوں قبلہ نما ہو جلوہ زارِ سیدِ افضلؒ

فنا کے بعد بھی کشفی ہماری خاک کے ذرّے
رہیں گے نور بن کر یادگارِ سیدِ افضلؒ

تضمین بر غزلِ جامیؒ

گدایم، مفلسانم، بیکسانم یا رسول اللہ ❊ بصد رنجیدہ دل غمہا شمارم یا رسول اللہ
کہ ذاتِ تو وسیلہ جز ندارم یا رسول اللہ ❊ خدارا رحم کن بر حالِ زارم یا رسول اللہ
مریضم، ناتوانم، دلفگارم یا رسول اللہ

کہ اک خانہ بدوشم بے سر و ساماں پریشانم ❊ کہ اک آشفتہ دل، برگشتہ حال سخت حیرانم
خراباتِ جہاں خانہ خرابم اک تباہ کارم ❊ بدہ دستِ پناہم المدد یا رحمتِ عالم
غریقِ بحرِ عصیاں بیکنارم یا رسول اللہ

لزومِ کن نزولِ ذاتِ اقدس شانِ اجلالی ❊ کہ اے وجہِ مسلم نورِ مطلق ذاتِ اجمالی
گذر کردم عمرِ خود ضائع شدم وقتِ بد اعمالی ❊ بہ محشر چوں دو عالم او بہ پیشِ مغفرت عالی
ز اعمالے کہ دارم شرمسارم یا رسول اللہ

منم بر مرکزِ خود صورتِ پرکار رقصانم ❊ بہ ایں رازِ نہاں واللہ من آنم کہ من دانم
نیم من دیگرم او دیگری من جسم او جانم ❊ خوشا بختم کہ می نازم بہ اعزاز کہ من دارم
غلامِ بارگاہم جاں نثارم یا رسول اللہ

بلطفِ اک نظر بر حالِ زارم یا شہِ والا
کہ این خلوت نشینی تا بہ کے اے انجمن آرا

بدہ بہرِ خدا اک ساغرِ دیدار کشفیؔ را
گر بہ بارگاہِ عالیت کن یادِ احمد را

ز رحمِ تو ہمیں امید دارم یا رسول اللہ

بر غزل عثمان ہارونیؒ

کسی کے عشق نے یوں کر دیا ہے بے نیازِ غم
خودی کافور ہے لیکن بیخودی کا دور ہے پیہم

مری ہنگامۂ مستی کا کیا بتلاؤں میں عالم
نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم

مگر نازم بہ این ذوقے کہ پیشِ یار می رقصم

ترا دردِ محبت گویا ہر اک سانس ہے میری
نہ کیوں سمجھوں گا میں اس کو مرادِ زندگی اپنی

یہ تیری سرفرازی اور یہ تیری کرم بخشی
تو آں قاتل کہ از بہرِ تماشہ خونِ من ریزی

من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

ہر اک طرزِ روش تیری حیات و موت کا عنواں
تو اپنی ہر ادا پر لوٹ لے ایمان و دیں و ساماں

مری جاں تیرے ہر اندازِ بے باکانہ پر قرباں
بیا جاناں تماشہ کن کہ در انبوہِ جانبازاں

بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

بہر صورت مجھے حدِ تعین سے گزرنا تھا
خیالِ غیریت سے فی الحقیقت غیر ہونا تھا

مدام اک بیخودی ہے دور میں ہے ساغر و مینا
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را

زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم

کہوں کیا شے ہے جو ہر نفس میں کشمکش کرتی ہے ہر دم
زباں گویا ہلاکِ نالہ، مزاجِ ضبط ہے برہم

کچھ ایسا رازِ سربستہ مرے سینے میں ہے مبہم
منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم

ملامت می کنند خلق کہ من بر یاری رقصم

بر غزل حضرت سیدہ شاہ غلام افضل بیابانی قدس سرہٗ

آپ اگر یوں رہیں گے بیگانے | حال کیا ہوگا اور کس جانے
کیا کرے گا یہ غم غضب ڈھانے | عاشقِ تست سخت حیرانے
از رہِ لطف ساز و سامانے

میرے نالوں میں ہے کہاں وہ اثر | نقش بن جائینگے ترے دل پر
بے خبر لے کبھی تو میری خبر | اے شہ افضلم بیا بہ نگر
تا چساں بودہ ام پریشانے

کیا نہیں یاں کہو تمہارے ہم | آپ کب تک رہیں گے یوں برہم
لاج رکھ لیجیے براہِ کرم | صد ہجوم بر فکر ہا دارم
مبتلائم بہ جوشِ عصیانے

آپ ہو جائیں جو مائل بہ کرم | لاکھ غم ہوں اگر ہوں لاکھ ستم
کھا کے کہتا ہوں میں تمہاری قسم | لنگر فضلِ تو شود مددم
کشتیم می رسد بہ پایانے

اپنے کشتی کو تو جو چاہے کر | اس کا ہر فیصلہ ہے تیرے سر
تو جب اس کا ہے پھر اسے کیا ڈر | افضل خستہ را مراں از در
دل و جانم بہ تست قربانے

جاناں بہ ضبطِ سوزِ نہاں اک لعابِ ما برگشتہ دل تپیدہ جگر اضطرابِ ما
نے صورتِ سکون نہ اک لحظہ خوابِ ما فہمیدہ ہا چشمِ شوخِ تو حالِ خرابِ ما
دالستہ زلفِ پر خمِ تو پیچ و تابِ ما

نوشیم خونِ حسرت و ارماں بہ ہر شبے تازہ بہ تازہ صدمۂ ہجراں بہ ہر شبے
جاناں بیائی گر شبِ اسیری بہ ہر شبے چشم است و اچہ دیدۂ انجم بہ ہر شبے
بیداری خیالِ کسے برد خوابِ ما

بر سر سبو بہ مشربِ رنداں بہ روزِ حشر ساغر بکف بہ لغزشِ مستی بہ روزِ حشر
سامانِ حشر بردم ما دستہ بہ روزِ حشر ساقی ماست ساقیٔ کوثر بہ روزِ حشر
جنت شراب خانہ و کوثر شرابِ ما

فرخندہ بلم دبیر قدِ موزوں قبائے ناز اے شاہِ حسن جانبِ من یک نگاہِ ناز
صیدِ نیازِ کشتگیٔ شغستہ بیانہ باز افضل بہ دورِ چشمِ حسینانِ مستِ ناز
گردیدہ عہدِ راحتِ ما اضطرابِ ما

فتنہ آشوب نازِ ترکانِ چشم میگوں اک آفتِ جانِ
زلف برہوش حشر سامانِ عاشقِ تست سخت حیرانِ
از رہِ لطف ساز و سامانِ

نجدا نالہائے من بے اثر لطف باشد تو مہرباں اگر
بندہ پرور رہِ کرم بہ نظر اے مہ افضلم بیا بنگر
تا چساں بودہ ام پریشانِ

تا بہ کے جبر و جور و ظلم و ستم — تا بہ کے سوز ہائے رنج و الم
بت بے پیر تا بگے برہم — صد ہجومم بہ فکر ہا دارم
مبتلا گشتم بہ جوشِ اماں

دردِ دل را نہ فرصت گلیم — غم نو، روز نو بہ نو شیدم
مہربانی شود بہ لطف و کرم — لنگرِ فیضِ تو کند مددم
کشتئ می رسد بہ پایاں

کشتئ ہم اک اسفلی تو اعلیٰ تر — او گنہگار و تو کرم گستر
کرمکن شرمسار در محشر — انفعال خستہ را اماں آورد
دل و جانم بہ تست قرباں

ضبط نالہ لب خموشم سوز و غم افسردہ ام — دل گرفتہ زخم خوردہ بارِ غم آشفتہ ام
حالِ رنجیدہ مزاج آزردہ اک دل رفتہ ام — عشق مخفی داشتم خوں ریختم رسوا شدم
قطرہ بودم آب گشتم بعد از آں دریا شدم

قرب تو در آور د شد کو بکو گشتم عبث — کہ نہد در آب ماہی آب را جستن عبث
طفل در آغوش نظارہ بہر سوئے عبث — روز و شب در کعبہ و بتخانہ گردیدم عبث
تو بہ دل بودی بہر جا من ترا جویا شدم

گر نہ گویم مشکل گویم اگر اہلِ خطا — غیر بینم شرک باید اگر بگفتم عیب را
پس شہود و شاہد و مشہود واحد کشفیا — درس لحول انفعال گرفتم در کتابِ عشق را
نقطہ را گشتم در قالب و معنیٰ شدم

سرِّ کنتُ کنزاً مخفیاً ای شہ والائے تو | فی الحقیقت واقفِ رمزِ شبِ اسرائے تو
بالیقین فیضانِ مطلق راست بر افتائے تو | غوثِ اعظم از ہمہ اغواث برتر جائے تو

از دل و جاں بر تو قرباں ایں شیدائے تو

ای شعاعِ شمعِ وحدت ای سریرِ سرمدی | جلوۂ غیبِ ہویت ای جلالِ احمدی
شانِ بیچونی کمالِ انتہائے برتری | مظہرِ جملہ تجلیاتِ یزدانی شدی

فیض بخشِ عالمِ امکاں مسیحائے تو

پرتوِ حسنِ ازل ای پیکرِ عالی صفات | حاملِ وجہِ مسلم نکتۂ توحیدِ ذات
اقتضاءِ لانہایت صاحبِ موت و حیات | قادرا! قدرتِ تو داری بر جمیعِ کائنات

عالمِ امر ست در تنظیمِ ازل ایمائے تو

مبدءِ فیضانِ عالم منتہائے مستوی | واقفی ممتازِ مطلق فردِ لاثانی توئی
بالیقین ہستی تو خیر البشارت آمدی | با گروہِ انبیاء آوی تئینا چوں فرمودہ

عقل حیران ست اندر تہ و بالائے تو

ای عدیم المثل سطوت لا بیاں سرکارِ تو | برتر از وہم و گماں ایں لو العجب اسرارِ تو
پا نہادہ قدسیانِ پاسباں دربارِ تو | اقتدارِ کن تو داری اذنِ مطلق کارِ تو

ای قبائے بے مثالی راست بر بالائے تو

لا تخف فرمودہ شاہنشہِ عالی بنا | کشفیا نالاں مشو پشتِ ما الغوث الصلا
بندہ پرور بہرِ بخشش آمدہ روزِ جزا | افضلا بر وعدۂ انعل بشارت آمدہ

کافیِ دارین بودہ ملجا و ماوائے تو

بیاں ہر حالِ را آشفتہ سر کن | بہ صد خاموش لب با چشم تر کن
بہ ہر یک طول را مختصر کن | صبا بر منزلِ جاناں گزر کن

زحالِ خستہ جانِ باخبر کن

بگو شیدائے تو اک دل گرفتہ | دل و جاں کردۂ در صرف نالہ
تغافل تابکے آخر نگاہا | بگو بہر خدا رحمے بفرما

ز روئے مکرمت بروئے نظر کن

رسیدہ جاں بلب حالم تباہ | بعجز عرض اے عالم پناہ
مکن ہر روز برمن گاہ گاہ | شہنشاہِ دو عالم کن نگاہ

باآمالِ دل من بادر کن

بہ پیش او بگو حالِ دل زار | مکن اک ذرہ تو تاخیر انکار
بصدقِ دل تو کن حقِ اقرار | صبا گرئے تواند تو زایں کار

خدا را از کرم کار دگر کن

مہربانی شود بر کشتۂ تو | سہارا نیست دیگر جز در تو
گدائے بینوائے بندۂ تو | بگو افضل رسیدہ بردرِ تو

ز لطفِ خویش بروئے اک نظر کن



کیا ایک نہیں شاہد و مشہود و شہود | کب غیر ہیں احمد و محمد محمود
ہے پیش نظر حفظ مراتب مشکل | در اصل نہیں عبد سراپا مسجود



کچھ ایسا محو ہوا کالا خودی کا — رہا جھگڑا نہ اثبات و نفی کا
رہ ناسوت سے گزرا کچھ ایسا — رہا اپنا نہ میں بیگانگی کا
ہوا خالی خیالِ ماسوا سے — بنا خلوت کدہ دل یکسوئی کا
کچھ اپنی ڈھونڈ میں یوں کھو گیا ہوں — نشاں میرا نہ اب میری خودی کا
ہوں جس کا جز و اسی میں پل رہا ہوں — جو ہوں اک بلبلہ پانی کے جی کا
کہ ہے شانِ خدا نظروں میں کششی
مرے آگے ہے اب کیا محو خودی کا

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

جو پایا آپ کو خود کو نہ پایا! — وہ کیا جانے گا پھر اپنا پرایا
جو دم آدم کے ڈھانچے میں سمایا — تو حسن و عشق کا میلا رچایا
بہ کثرت جب وہ اپنا روپ بدلا — بنا وہ شخص اور میں اس کا سایہ
مزاجِ حضرتِ وحدت ہے کثرت — وہ کھیلا کھیل جیسا جی میں آیا
ہے اتنا یاد خود کو بھول جانا — بجز اس کے سمجھ میں کچھ نہ آیا
بہ نفسِ ذات ہو جب ہے عبادت — ہے مشرک روبرو جو اسکو لایا
فنا فی الشیخ سے ظاہر ہوا یہ — میں حق میں اور حق مجھ میں سمایا
نہ سمجھا بات یہ کششی کسی نے
جو ابنِ دم ہے وہ آدم کہایا

اب کیا کسی سے کام ہے کیا چاہیے غرض
نسبت ہے جس سے ہے اسی خوددار سے غرض

پایا نہ کوئی پائے گا رستہ جناب کا
جب تک رکھے نہ واقفِ اسرار سے غرض

اک عبد و رب کی شان کا دم سے ظہور ہے
دیکھے وہ خود میں ہے جسے دیدار سے غرض

دیکھو جدھر، ادھر ہیں، خلاء اور ملاء میں ہم
تنہائی سے نہ کام نہ بازار سے غرض

پانی کی طرح ان میں ہم ایسے گھلے ملے
جب ہم نہیں تو کیا رہی اغیار سے غرض

کہتا ہے عینِ حق تو کوئی اور غیرِ حق
جی چاہے جو کہے مجھے کیا چار سے غرض

اک دورِ خود پرستی میں کشتیؔ گزر گئی !
کافر سے کد ہے اور نہ دیندار سے غرض

حضرت خواجہ عبدالوحید المعروف ابولبیان سبحانی شاہ بیابانی رفاعی القادری۔

بلبلے سیر میں دریا کی رہا کرتے ہیں
چھوٹ کر واصلِ دریا وہ ہوا کرتے ہیں

نظر آتے نہیں پر ہیں تو وہی دیدہ لئیں
اور پھر آنکھ چراتے ہیں حیا کرتے ہیں

شخص تم عکس ہوں میں جان ہو تم جسم ہوں میں
غیر پھر کون ہے جو پردہ کیا کرتے ہیں

آپ کی راہِ گزر میں ہمارا گھر ہے
اپنے ہم سایہ سے انجان رہا کرتے ہیں

بزمِ کثرت میں مجھے غیر گنایا تم نے
اپنے والے سے یہ برتاؤ کیا کرتے ہیں

تم ملے جب سے مجھے میرا پتہ کچھ نہ ملا
نا سمجھ ڈھونڈ میں دن رات رہا کرتے ہیں

شخص اور عکس میں یکتائی ہے کیا کشتیؔ !
اس طرح ہم میں وہ ہم ان میں رہا کرتے ہیں

کمل مکھ نین جا دو بھرے ہیں — بیری بنجروا کے مارے مرے ہیں
روپ سروپ سندر من موہن — چیتر گنوا لاج بھرے ہیں
نرمل چیتون ڈھیٹ لٹ گروا — کالی گھملین کاندھے دھرے ہیں
نت نئی چھبون رنگ رنگیلے — جن اچپل برسے بھاگ بھرے ہیں
برہا بروگی بھگت کشفی جی — سائیں دوارن آن پرے ہیں

★

بغداد کے باشی عرب کے کنور مہراج ہو تم کل راجن میں ،
بڑی مد بھری انکھیاں لال سکھی ہے تارِ نظر رب قینن میں

ہر روپ میں ہو تم ہر کی صفت دو جگ کے گرو کہلاوت ہو
تم عبد بھیو رب شانن میں ، لکھا درجے کہت قرآنن میں

تم شکلِ محمد شانِ علی جد زہرا حسینی الحسنی !
سادات سراپا پنجتنی لولاک ہے تری شانن میں

سرکارِ رسل تمھارو نانو نبی سردار بھیو تم ولین کے
گھر تمرے شفاعت ڈول رہی تم مہرِ ولایت تارن میں

بھری پاپ گھگریا سیس دھرن بغداد نگر کے رام ہری
اب تھارو کرم کی آس لگی ہو جاے کرم اک آنن میں

میں جنم جنم کی ہوئی پاپن کٹی پاپ میں موری سگری عمر
رکھ لاج انکھ کے کی شرم لگی کشفی کو چھپا دامانن میں

—

تابِ بینائی بڑھی جاتی ہے — یعنی تجدید ہوئی جاتی ہے
یوں دبے پاؤں نظر بھی کشفیؔ — اُن کو چھو چھو کے چلی آتی ہے

آمد و شد کا جو اک راز ہے وہ اللہ ہے — اپنے ہر دور میں یوں دورِ فنا فی اللہ ہے
حاملِ رازِ حقیقت نے کہا یوں کشفیؔ — بندہ اللہ نہیں اور نہ غیر اللہ ہے

ہر پیکرِ امکاں حجابِ ہستی — ہنگامِ خموشی ہے ربابِ ہستی
اک پرتوِ رنگیں ہے کسی کا کشفیؔ — اک کیفیتِ حسن ہے شبابِ ہستی

خود میں رہ کر بھی میں یوں خود سے گزر جاتا ہوں — اپنی ہر ڈھونڈ میں یوں آپ کو پا جاتا ہوں
بات کی بات ہے کشفیؔ وہ حقیقت یہ مجاز — وہ شرمتے ہیں جو کہنے کو میں شرماتا ہوں

ہر رنگ تجلی سے نمایاں ہے وجود اور وسعتِ فطرت سے ہے ہر اک نو مولود

ہے حضرت اک اسمائی تاثر کشفی جس سے کہ موثر ہے ہر اک حالِ شہود

اک مرتبۂ ثانی کو کہتے ہیں وجود اور رنگِ ثلاثہ ہوا اثباتِ شہود

کشفی یہ تنزل ہیں وجوبِ ذاتی اور کچھ بھی نہیں ہیں تو بھی ہے نام و نمود

کیا حضرتِ انساں نہیں مظہرِ ذات کیا شانِ حقیقت نہیں یہ کیفیات

آدمی نسخۂ اللہ نہیں ہے کشفی برملا ایک مجسم ہیں یہ حق کے آیات

کہتے ہیں جسے روح وہ صورت میں ہوں ہر حال کی اک حالِ حقیقت میں ہوں

میں کون ہوں کیا ہوں میں کہو کیا کشفی وہ قادرِ مطلق ید قدرت میں ہوں

سلام بحضور سیدہ شاہ افضل بیابانی

ضیائے ماہِ عدنانی سلام — نجومِ چرخِ وحدانی سلام
ظہورِ فیضِ نورانی سلام — شعاعِ شمعِ عرفانی سلام
جمالِ نفسِ رحمانی سلام — رموزِ سرِّ یزدانی سلام
فروغِ تیغِ جہانبانی سلام — خوشا فخرِ مگس رانی سلام
یمِ اسرارِ فیضانی سلام — لزومِ وجہِ امکانی سلام
جلالِ ذاتِ یزدانی سلام — جمالِ حسنِ لافانی سلام
خمارِ چشمِ صہبانی سلام — مۂ خوبانِ زندانی سلام
بہارِ حسنِ ترکانی سلام — سرِ ندو کیفِ روحانی سلام
طبیبِ مرضِ روحانی سلام — دوائے دردِ عصیانی سلام
ادیبِ راہِ ایمانی سلام — خطیبِ علمِ ادیانی سلام
اے اوصافِ کریمانی سلام — اے شانِ اعظم الشانی سلام
سر آرائے عرفانی سلام — وزیرِ شاہِ جیلانی سلام
عطائے فیضِ ربانی سلام — یدِ محبوبِ سبحانی سلام
شہِ افضل بیابانی سلام — علیکِ غوثِ صمدانی سلام

مؤدب عرض پرداز ست کشفی
بکن یک نظرِ فیضانی سلام

دعا کی درخواست

ان کتابوں کو سیدہ حصیفہ عمارہ اور سیدہ فاکھہ کونین 6 اور 8 سالہ لڑکیوں نے SCAN کیا ہے ان کے لئے دعا کی درخواست۔